شعری مجموعہ

دِل اور دِلدار

پروفیسر ڈاکٹر دلدار احمد علوی ہمدم

مرا چاہنا کیا مرا پیار کیا ہے، مرے دل کی قیمت ہی دلدار کیا ہے
نہ پوچھیں اگر بات اصرار کیا ہے، تہی گر ہو دامن تو تکرار کیا

فاران اکیڈمی
براہِ رابطہ:

Email: dildarahmed@gmail.com

فہرست

حصہ اول

حمد و نعت

میرا خدا وہی ہے

یہ کائنات جس نے تخلیق کی عدم سے
قائم ہے نظمِ ہستی جس ذات کے کرم سے
نورِ ازل سے جس کے دنیا میں روشنی ہے
میرا خدا وہی ہے، میرا خدا وہی ہے

سب کی ضرورتوں کا سامان کرنے والا
سارے جہاں پہ اپنا احسان کرنے والا
جس کے کرم سے سب کی بگڑی بنی ہوئی ہے
میرا خدا وہی ہے، میرا خدا وہی ہے

ہر ایک شے جہاں کی لیتی ہے نام جس کا
دیتا ہے ذرّہ ذرّہ ہم کو پیام جس کا
کاریگری ہے جس کی خشکی ہے یا تری ہے
میرا خدا وہی ہے، میرا خدا وہی ہے

آغاز جس کا کوئی ، نہ اختتام جس کا
عقل و حواس سے ہے اونچا مقام جس کا
ہے جس کی جستجو میں عامی کہ فلسفی ہے
میرا خدا وہی ہے، میرا خدا وہی ہے

پیغام مصطفےؐ نے جس کا ہمیں سنایا
قرآن نے جہاں کو جس کا پتا بتایا
وہ جس کی بندگی میں دنیا کی زندگی ہے
میرا خدا وہی ہے، میرا خدا وہی ہے

ترانۂ حمد

تیرا پیار ہے گوناگوں
تیرا پیار ہے عالم گیر
ارض و سماء سب اس کے اسیر
اس سے منور شرق و غرب
تیرا پیار ہے مہرِ منیر
تیرا پیار ہے بوقلموں
تیرا پیار ہے گوناگوں

تیرا پیار ہر ایک کے سنگ
اس کی نہ کوئی نسل نہ رنگ
اس کا نہ کوئی مذہب ہے
یہ ہے ہر ہر دل کی امنگ
کیا رازی ، کیا افلاطوں
تیر ا پیار ہے گوناگوں

تیرا پیار آبادیء دل
شاداب اس سے وادیء دل
اس سے آنکھوں کی ٹھنڈک
تیرا پیار ہے شادیء دل
اس سے رگوں میں گردشِ خوں
تیرا پیار ہے گونا گوں

تیرا پیار ہے من کا چین
تیرے پیار سے ٹھنڈے نین
اس سے ہے دن کا اجیالا

دِل اور دِلدار

تیرے پیار سے سندھر رین
تیرا پیار ہے دل کا سکوں
تیرا پیار ہے گونا گوں

شرقی ہے نہ غربی ہے
ساری دنیا اس کی ہے
اس کی نہ کوئی جنس نہ ذات
تیرا پیار آفاقی ہے۔
یہ ہے رازِ کن فیکوں
تیرا پیار ہے گونا گوں

جُبہ ہے نہ مصلےٰ ہے
تکیہ ہے نہ گوشہ ہے
رسموں رواجوں سے ہے پاک
مالا ہے نہ قشقہ ہے
تیرا پیار ہے شوقِ جنوں
تیرا پیار ہے گوناگوں

روپ ہے یہ نہ حلیہ ہے
یہ نہ زباں نہ لہجہ ہے
تیرا پیار ہے جذبہء دل
تیرا پیار رویہ ہے
تیرا پیار ہے سوزِ دروں
تیرا پیار ہے گوناگوں

تیری جنبشِ خامہء دم
بخشے وجود مجھے پیہم
میرا اک اک حرف ترا
میں ہوں تیرا نقشق قلم
اے بے چون و بے چہ گون
تیرا پیار ہے گوناگوں

نعتِ رسولِ اکرم ﷺ

رقصاں ہے فرطِ شوق میں صبح و مسا ہَوا
سرگرم ان کی جستجو میں جا بجا ہَوا

ٹکتے نہیں ہیں شوخ کے پاؤں زمین پر
آئی ہے چھو کے گنبدِ خیرالوریٰ ہَوا

یادِ نبی ؐ ہے مجھ کو ہر اک چیز سے عزیز
میں بندہء ہوس ، نہ مرا مدعا ہَوا

تارِ نفس میں تیرے تحرک سے ارتعاش
اے فیضیابِ بارگہء مصطفےٰ ؐ ہَوا

گھیرے ہوئے تھے دل کو ہزاروں تفکرات
آئی جب ان کی یاد، ہر اک غم ہُوا ہَوا

آئی ہے ان کے شہر سے دلدارؔ لوٹ کر
سانسوں میں گھولتی ہے مہک جانفزا ہَوا
....

نعتِ رسول اکرم ﷺ

توانا رکھتی ہے ہر آن آرزوئے رسول ﷺ
نڈھال ہونے نہیں دیتی جستجوئے رسولﷺ

تمام دعوے محبت کے میرے ناقص ہیں
جو میرے طرزِ عمل سے نہ جھلکے خوئے رسولﷺ

مرے لئے ہے یہ عنبر یہ مشک بے معنی
مجھے تو رکھتی ہے سرمست بوئے کوئے رسولﷺ

اِدھر اُدھر کے جھمیلوں میں کھو نہ جا اے دل
ترا سفر ہے مرے دوستدار سُوئے رسول ﷺ

شبِ عدم سے نکلتی کہاں یہ صبحِ وجود
افق سے ہوتا اگرضوفشاں نہ رُوئے رسولﷺ

فضائے قلب و نظر عطر بیز ہے جس سے
تمام عطر جہاں کے فدائے بوئے رسول ﷺ

مجھے جہان سے دلدارؔ! کوئی کام نہیں
مری تو منزلِ ہستی ہے ایک کوئے رسولﷺ

....

نعتِ رسولِ اکرمﷺ

کبھی میرے بھی گھر کے آنگن میں ، اے ماہِ مدینہ ایک کرن
چمکاؤ کبھی میری بھی قسمت، آباد کرو میرا اجڑا من

تیرے جیسا نہ کوئی جہان میں ہے، بے مثل تو اپنی شان میں ہے
جو نہ خلق کے وہم و گمان میں ہے، تجھے رب نے وہ شان دی شاہِ زمن

میری سمت بھی ایک نظر آقا، کبھی میری بھی لیجے خبر آقا
میری شب کو بھی کیجے سحر آقا، تجھ بن نہیں کوئی میرا ساجن

میرا سویا نصیب جگاؤ کبھی، مجھ پر بھی کرم فرماؤ کبھی
در پر مجھے اپنے بلاؤ کبھی ، میری الجھن کو کردو سلجھن

میرے روپ کا ہار سنگھار بھی تو، میری روح کا چین قرار بھی تو
میرا ماہی ڈھولن پیار بھی تو ، تُہی سر کا مرے سائیں ساجن

میری آس امید بھی مان بھی تو، میرا دین بھی تو، ایمان بھی تو

دِل اور دِلدار

میری آن بھی تو، میری شان بھی تو، تجھ پر صدقے میرا تن من دھن

بنا راہی شوق کی راہوں کا ، اور سر پر بوجھ گناہوں کا
جو نہ فیض ہو تیری نگاہوں کا، دلدارؔ کہاں ، کہاں تیری لگن

نعتِ رسولِ اکرمﷺ

ٹھنڈک ہے غبارِ رہِ طیبہ سے جگر میں
جچتے ہیں کہاں لعلِ یمن میری نظر میں

ہر منزلِ ہستی میں مرے ساتھ رہا ہے
بھُولا ہے مدینہ نہ سفر میں نہ حَضَر میں

سانسوں میں بسی ہے جو مہک شہرِ نبیؐ کی
نظارے ہیں آباد مرے دیدہء تر میں

دیکھا جو مدینہ تو حقیقت ہوئی روشن
جو بات نظر میں ہے کہاں ہے وہ خبر میں

دنیا کے اندھیروں کو ہے دلدارؔ! شکایت

ہے یادِ مدینہ سے اجالا میرے گھر میں
•••••

نعتِ رسولِ اکرمﷺ

شہرِ رسولِ پاکﷺ کی آب و ہوا ملے
بیمارِ دل کو طیبہ کی خاکِ شفا ملے

یکسو رہوں میں تیری عبادت میں رات دن
یا رب مجھے وہ بندگی ٕ مصطفےٰﷺ ملے

پھر جادہ ٕ حیات پہ ہے ظلمتوں کا راج
اللہ نقشِ پائے نبیﷺ کی ضیا ملے

دیکھوں نہ آنکھ اٹھا کے بھی میں غیر کی طرف
وہ دولتِ یقین مجھے اے خدا ملے

صحرائے زندگی میں کہیں کھو گئے ہیں ہم
پھر منزلِ مراد کا ہم کو پتا ملے

نعتیہ غزل

تھے ادنیٰ اعلیٰ کے جھوٹے معیار جتنے، سب کو مٹا دیا ہے
بس ایک تقویٰ کو مصطفےٰ ﷺ نے مدارِعظمت بنا دیا ہے۔

میں لکھنے بیٹھا جو شان اُن کی تو لفظ بولے نہیں ہے ممکن
زباں ہے اس کے بیاں سے قاصر، قلم نے بھی سر جھکا دیا ہے۔

ہیں آڑی ترچھی ہزار راہیں، بس ایک اُن کی ہے راہ سیدھی
نثار اُن کے نقوشِ پا پر کہ مجھ کو جینا سکھا دیا ہے۔

اِدھر اُدھر جو بھٹک رہے تھے گماں کی تاریک وادیوں میں
یقین کا نور دے کے اُن کو انھیں خدا سے ملا دیا ہے۔

حصارِ اوہام سے تفکر کی قوتوں کو رہائی دے کر
پڑے ہوئے تھے جو ذہنِ انساں پہ پردے ان کو ہٹا دیا ہے۔

پیام اُن کا پیامِ رحمت کہ یاد رکھنا تھا ہر کسی کو

مگر جو اُن کے ہیں نام لیوا انھی نے اس کو بھلا دیا ہے۔

محبتوں کی، اخوتوں کی، مودتوں کی نوید دے کر
عداوتوں کی اندھیری شب میں چراغِ الفت جلا دیا ہے۔

اگر وہ اِس کو قبول کر لیں یہ زندگی کی ہے خوش نصیبی،
یہ دل کی معراج ہے ا ے دلدارؔ اگر یہ اُن پہ لٹا دیا ہے۔

حصہ دوم

غزلیں

غزل

تم روٹھے، موسمِ گل روٹھا، اور روٹھ گیا پتا پتا،
یہ پت جھڑ کیسی پت جھڑ ہے، افسردہ ہے بوٹا بوٹا

اس شہر میں اب کے ہر کوئی روٹھا روٹھا، بدلا بدلا
جس کو دیکھو جب بھی دیکھو الجھا الجھا ، کھویا کھویا

اک صاحبِ فکر ہے محوِ سفرباقی سب جگ ٹھہرا ٹھہرا
کس سے نسبت کیسی نسبت: جوہڑ جوہڑ دریا دریا

جب تک نہ خیال کے پھول کھلیں احوال کا کیسے مہکے چمن
گر آئے نہ تازہ ہوا اے دل گل سڑ جائے بوٹا بوٹا

یہ کیسا عہد ہے ہم نفسو! یہ کیسی جگہ ہے ہم قدمو

دِل اور دِلدار

ہر لب پہ فقط نفسی نفسی ، ہر دل میں فقط دنیا دنیا

کچھ لوگوں نے انسانوں سے انسانوں کو یوں کاٹا ہے
رہتے ہیں ہجومِ خلقت میں لیکن پھر بھی تنہا تنہا

وہ شہر نہیں انسانوں کا ، وہ آدمیوں کا جنگل ہے
ہر کوئی جہاں لرزاں لرزاں، ہر کوئی جہاں سہما سہما

دیوار کہاں صحراؤں میں، اشجار کہاں ان راہوں میں
سائے کی طلب جو رکھتے ہیں کب پھرتے ہیں صحرا صحرا
.....

غزل

دنیا کے کم و بیش سے بیزار دل اپنا
اک تیری نظر کا ہے طلب گار دل اپنا

آنکھیں تیرے قدموں کے نشاں ڈھونڈھ رہی ہیں
سرگرم ترے شوق میں اے یار دل اپنا

ہاں تیری عنایات کی حد کوئی نہیں ہے
ہمت ہے نہ ہے لائقِ دیدار دل اپنا

تو ہی نہ اگر اس کی مسیحائی کرے گا
لے کر میں کہاں جاؤں گا بیمار دل اپنا

سنسان پڑا تھا کسی ویرانے کی صورت
دیکھا جو تجھے ہو گیا گلزار دل اپنا

دِل اور دِلدار

دنیا سے بھی تا عمر کشاکش رہی اس کی
خود سے بھی رہا برسرِ پیکار دل اپنا

کچھ کم نہ تھی پُرکاریء صیا د بھی لیکن
خواہش سے ہوا اپنی گرفتار دل اپنا

دانے کی ہوس میں ہوا دیوانہ وگرنہ
اک طائرِ آزاد تھا دلدارؔ دل اپنا
....

غزل

نہ کوئی ہم زباں اپنا ، نہ کوئی رازداں اپنا
کریں اس بزم میں ہم حالِ دل کس سے بیاں اپنا

کہ میں نے تو چمن کی بے کلی کا نقشہ کھینچا ہے
تجھے چہرہ نظر آتا ہے کیوں اے باغباں اپنا

لہو شامل ہے جس کے تنکے تنکے میں رگِ جاں کا
نشانے پر ہے پھر سے بجلیوں کے آشیاں اپنا

علاج اپنی اس آشفتہ سری کا جانتا تو ہوں
تمہارا سنگِ در لیکن کہاں یہ سر کہاں اپنا

تمہاری بزم اور اپنا مقدر ، کیا قیامت ہے

دِل اور دِلدار

سنا ہے اب کے اکثر ذکر ہوتا ہے وہاں اپنا

نشاطِ وصل سے بھی مٹ سکے صدمے نہ فرقت کے
وہی آنکھوں کی بے چینی، وہی قلبِ تپاں اپنا

ترا آنا بھی لیکن فصلِ گل کا نہ ہوا آنا
سمجھتے تھے کہ لے گی راستہ اب کے خزاں اپنا

ہوائے تیز تر میں ریت کی دیوار کی صورت
بکھر کر رہ گیا ہے وائے حسرت، کارواں اپنا

نگاہوں میں کوئی صورت، نہ کوئی ہاتھ دل پر ہے
نہیں ہو تم تو کوئی بھی نہیں ہے مہرباں اپنا

شبستانِ وجود اپنا تمہارے پیار سے روشن
تمہاری یاد سے آباد ہے یہ شہرِ جاں اپنا

کسی بھی حال میں امید کا دامن نہیں چھوڑا
لیا ہے وقت نے دلدارؔ پیہم امتحاں اپنا
•••••

غزل

ہوا نذرِ بادِ صرصر نہ کسی خزاں نے لوٹا
مرا گلشنِ محبت کسی مہرباں نے لوٹا

مجھے کیا کسی سے شکوہ مجھے کیا کسی سے رنجش
مرا برگ و بار سارا میرے باغباں نے لوٹا

کسی راہزن میں ہمدم کہاں اس قدر تھا دم خم
کہ مرا یقینِ محکم مرے پاسباں نے لوٹا

جو ذرا سا شک بھی رکھتے تو نہ اس طرح سے لٹتے
ہمیں اصل میں اے رہزن دلِ خوش گماں نے لوٹا

دِل اور دِلدار

مری خوش گمانیوں نے مجھے دن ہیں یہ دکھائے
کہ کیا تھا جس پہ تکیہ اسی پاسباں نے لوٹا

مری جان و مال و عزت کی کریں گے یہ حفاظت
مرا کاروانِ الفت اسی داستاں نے لوٹا

رہِ عشقِ گلستاں میں یہ بھی دیکھنا پڑا ہے
کبھی پاسباں نے لوٹا کبھی راہداں نے لوٹا

غزل

کریں گے ہم ہی اگر کاروبار مٹی کا
بلند کون کرے گا وقار مٹی کا

مرے شہیدوں کے خوش رنگ خوں کا صدقہ ہے
جو آپ دیکھ رہے ہیں نکھار مٹی کا

ہم اپنی جان ہتھیلی پہ لے کے نکلے ہیں
ہمارے ذمے تھا واجب ادھار مٹی کا

فلک کے راستے کھلتے نہیں ہیں ان کیلئے

دِل اور دِلدار

جنھوں نے توڑ دیا اعتبار مٹی کا

دھواں ہے خون ہےآنسو ہیں اور آہیں ہیں
یہ کس نے چھین لیا ہے قرار مٹی کا

وہ رنگ ونور کی دنیا تجھے مبارک ہو
مجھے بہت ہے یہ میرا دیار مٹی کا

سرِ بلند پہ دلدارؔ آسماں نازاں
دلِ شکستہ پہ سینہ فگار مٹی کا

غزل

برف کی وادی ہے یہ، ہر سُو ہے قبضہ برف کا
یہ زمیں ہے برف کی، وہ کوہِ بالا برف کا

گرمی ٔ احساس سے عاری ہے پتلا برف کا
برف کا سینے میں دل ہے اور کلیجہ برف کا

ہوتے ہوتے ہو گیا میخانہ سارا برف کا
یہ صراحی برف کی ہے، وہ پیالا برف کا

سرد مہری کی فضا چھائی ہے روئے ارض پر

دِل اور دِلدار

عہدِ حاضر بھی ہے گویا اک زمانہ برف کا

اب کہ ہونٹوں پر تبسم ہے نہ آنکھوں میں چمک
رہ گیا ہے آدمی بن کر نمونہ برف کا
وقت نے پگھلا کے جس کو پانی پانی کردیا
یہ حیاتِ چند روزہ ایک ٹکڑا برف کا

رہ گیا ہے رک کے یوں دلدارؔ جیون کا سفر
آ گرا ہو رہ میں جیسے کوئی تودا برف کا

غزل

میخانۂ حاضر کا نظام اور طرح کا
مے اور طرح کی ہے تو جام اور طرح کا

اس دور کے ساقی کا ہے اپنے لئے کچھ اور
اوروں کے لئے بادہ و جام اور طرح کا

اوروں میں لٹائے ہیں سبو اور طرح کے
اور مجھ کو دیا اس نے ہے جام اور طرح کا

دِل اور دِلدار

پوچھو نہ مزاج اس بتِ سیماب صفت کا
صبح اور طرح کاہے تو شام اور طرح کا

صیاد کا مقصد ہے وہی خونِ دل و جاں
دھوکے میں نہ ڈالے تمہیں دام اور طرح کا

دیکھے ہے زمانہ جسے حسرت کی نظر سے
اس شوخ کا اندازِ خرام اور طرح کا

کیا کیا نہیں دنیا میں تکلم کی ادائیں
اس کا ہے مگر طرزِ کلام اور طرح کا

اِس بزم میں کچھ او ر ہے اُس بزم میں کچھ اور
ہرجائی کا ہر جا ہے پیام اور طرح کا

دلدارؔ یہ معیار ہے اس عا لمِ نو کا
کام اور طرح کا ہے کلام اور طرح کا
.....

غزل

لاکھ ہو نا گفتنی آخر بیاں ہو جائے گا
چشمِ بینا پر عیاں سرِّ نہاں ہو جائے گا

منزلِ مقصود پر پہنچے گا سرگرمِ سفر
جو رکے گا نذرِ گردِ کارواں ہو جائے گا

ناخنِ حکمت سے کھولو گے اگر دل کی گرہ

دِل اور دِلدار

آج جو نامہرباں ہے مہرباں ہو جائے گا

تنگ ذہنی آپ اپنی موت مر جائے گی، اور
وسعتوں میں دل مثالِ آسماں ہو جائے گا

پیار کی بادِ بہاری کو اگر باری ملے
کوچہ کوچہ اس زمیں کا گلستاں ہو جائے گا
•••••

غزل

فصلِ گل اچھی نہ برسات کا موسم اچھا
بن ترے کوئی بھی منظر ہے نہ عالم اچھا

حد سے بڑھ کر ہے نہ جشن اچھا نہ ماتم اچھا
جادہ ءِ عدل ہے ہر حال میں ہمدم اچھا

دِل اور دِلدار

جب سے تو چھوڑ کے اے دوست گیا ہے مجھکو
رنگ پھولوں کا نہ چڑیوں کا ہے سرگم اچھا

چند گھڑیوں کی یہ ٹھنڈک ہے، ذرا صبر کرو
دھوپ نکلے گی تو ہو جائے گا موسم اچھا

زخم فرقت کے یہ ناسور نہ بن جائیں کہیں
چارہ گر مجھ کو عطا ہو کوئی مرہم اچھا

ہر کوئی ہنستے ہوئے چہروں کا متلاشی ہے
کس کو لگتا ہے یہاں دیدہ ءِ پرنم اچھا

ذکر ہوتا ہے جو اُس کا تو دھڑک اٹھتا ہے
رازِ الفت کیلئے دل نہیں محرم اچھا

شارِعِ عام ہے گو راہِ محبت لیکن
ہمقدم ملتا ہے اس راہ میں کم کم اچھا

سادہ دل دیکھ یوں معصومی ءِ صورت پہ نہ جا
دو قدم ساتھ نہ دے کیسا وہ ہمدم اچھا

سارے موسم میرے دلدار ہیں دل کے موسم
دل ہو ناخوش تو نہیں کوئی بھی موسم اچھا

غزل

نہیں، کہ غم میں مرے کوئی بھی اداس نہ تھا
مرے دکھوں کا مداوا کسی کے پاس نہ تھا

وہ اس کے پاس نہ تھا جس کی مجھ کو حاجت تھی
جو اس کے پاس تھا درماں وہ مجھ کو راس نہ تھا

دِل اور دِلدار

سنا رہا تھا جو میں، درد کی کہانی تھی
کتابِ عشقِ جوانی کا ا قتباس نہ تھا

جو میرے وردِ زباں تھی وہ میری بات نہ تھی
جو میرے زیبِ بدن تھا مرا لباس نہ تھا

حضور اُس کے بھی اس آن بان سے پہنچے
زباں پہ اپنی کوئی حرفِ التماس نہ تھا

کب آنکھ نم نہ تھی اپنی تمھاری فرقت میں
تمھاری یاد میں دل اپنا کب اداس نہ تھا

غزل

ایک سے بڑھ کر ایک تھا ہر اک دم دم دیکھنے والا تھا
طرزِعمل اس شہر میں لیکن ،کم کم دیکھنے والا تھا

زخمِ جگر کا اک اک درماں ہمدم دیکھنے والا تھا

دِل اور دِلدار

تیرے تبسم نے جو رکھا مرہم دیکھنے والا تھا

ہر سو جس کی ویرانی کا ماتم دیکھنے والا تھا
تم آئے تو گلشنِ جاں کا موسم د یکھنے والا تھا

شام ہوئی تو ڈوب گیا ہے تنہائی کے ساگر میں
صبح جس کی رونقِ بزم کا عالم دیکھنے والا تھا

سمع و اطاعت جب تک اپنا شیوہ تھا وہ راضی تھا
لب کھولے تو اس کا مزاجِ برہم دیکھنے والا تھا

ڈوبتے تاروں کی سرگوشی پر بھی کسی نے کان دھرا ؟
چڑھتے سورج کا اک عالم عالم دیکھنے والا تھا

اس کا پھریرا بکھرا پڑا ہے اندیشوں کے صحرا میں
کل تک جس کے عزم ویقیں کا پرچم دیکھنے والا تھا

یوں تو غموں کا ایک خزانہ پوشیدہ تھا سینے میں
اُس کی محبت نے جو بخشا وہ غم دیکھنے والا تھا

ہم نے ہی دلدارؔ ! نہ دیکھا گہری نظروں سے ورنہ
صفحہ صفحہ دفترِ دل کا پیہم دیکھنے والا تھا

غزل

اُس کے پیر ہواؤں پر تھے، چاند پہ اس کا آنچل تھا
جانے کس جا ٹھہرے یارو وہ تو اڑتا بادل تھا

کس کس کے میں پیچھے چلتا، کس کس کو ٹھکرا دیتا

دِل اور دِلدار

میرے ایک ذرا سے دل میں آرزوؤں کا جنگل تھا

آج نہیں وہ سر پہ تو اس سے کیا شکوہ محرومی کا
آتے جاتے برس گیا تھا آتا جا تا بادل تھا

کل اور آج کا فرق بتائیں چہروں کی تحریریں بھی
اس میں مجھ میں کیا نسبت ہے، آج ہے وہ اور میں کل تھا

اپنے دل کے ویرانے میں کس نے آنا تھا ہمدم
سایوں پیچھے عمر گنوائی، میں بھی کتنا پاگل تھا
•••••

غزل

داغِ جدائی دے گیا وہ بھی جس کو جدا نہ ہونا تھا
اب کیا روئیں کیا کیا ہونا تھا، کیا کیا نہ ہونا تھا

تیری میری قسمت تیری میری تو تحریر نہیں
تجھ کو شمع بننا تھا، مجھ کو پروانہ ہو نا تھا

تجھ سے نہیں ہے شکوہ کوئی، کھیل ہے سارا قسمت کا
تجھ کو چھوڑ کے جانا تھا، مجھ کو دیوانہ ہونا تھا

کھینچی ہیں یہ کس نے لکیریں، کس نے اٹھائیں دیواریں
انسانوں کو انسانوں سے یوں تو جدا نہ ہونا تھا

بات نہ کرتے ہم سے کوئی، دیکھ تو لیتے ایک نظر
اتنا بھی دلدارؔ جی اُن کو بے پروا نہ ہونا تھا

غزل

کہاں گیا ہے اثر جو مری زبان میں تھا
یہ تیر بھی کہیں اے دل تری کمان میں تھا

وہ تیری یاد کے جگنو، وہ شب کا پچھلا پہر
جہان بھر کا اجالا مرے مکان میں تھا

وہ ہر مکاں میں تھا لیکن مکاں سے پاک تھا وہ
وہ ماورا تھا زماں سے پہ ہر زمان میں تھا

اگرچہ بڑھ کے نہ سب سے تھا بے مثال تھا میں
کہ اپنے جیسا بس اک میں ہی کل جہان میں تھا

رہا ہے رزم گہٗ زیست میں وہی محفوظ
وجود جس کا ترے پیار کی امان میں تھا

مرے گلے پہ نشاں تھے مرے ہی ہاتھوں کے
میں اک کھلونا تھا جو وقت کی دکان میں تھا

تمام عمر بھٹکتے رہے ہیں دیوانے
عجب سراب زمانے کی آن بان میں تھا

میں چلتا پھرتا تھا دلدارؔ اس کی طاقت سے
اسی کا زور مرے جسم، میری جان میں تھا
•••••

غزل

چمکے بھی تو پتھر کبھی گوہر نہیں ہوتا

ہر پیڑ جو سیدھا ہو ، صنوبر نہیں ہوتا

لیتی ہے مجھے گھیر وہ تنہائی سرِ شام
جس کا مجھے احساس بھی دن بھر نہیں ہوتا

اے دوست بڑی چیز ہے سپنوں ہی میں آجا
کب سے ترا دیدار برابر نہیں ہوتا

ہر شخص سمجھتا نہیں آداب وفا کے
اس بحر کا ہر کوئی شناور نہیں ہوتا

دل دل نہیں ہوتا جو نہ ہو یاد تمہاری
گر تم نہ ہو موجود تو گھر گھر نہیں ہوتا

سینے سے ہر اک درد کے مارے کو لگائے
ہر شخص کو دلدارؔ میسر نہیں ہوتا
••••••

غزل

رہے گا یوں ہی ہمیشہ نہ دل فگار مرا
خدا نے چاہا تو بدلے گا حالِ زار مرا

کھڑے تھے روک کے غم راستہ ہزار مرا
تری نظر نے نہ گرنے دیا وقار مرا

خدا سے دل ہے بس اتنا دعا گزار مرا
کہ تیرے چاہنے والوں میں ہو شمار مرا

خزاں ہے گھیرے ہوئے کب سے برگ و بار مرا
نجانے بھول گئی رستہ کیوں بہار مرا

پلٹ کے آئے گا کھویا ہوا قرار مرا
مجھے سنبھالے ہوئے ہے یہ اعتبار مرا

لئے پھرے گی صبا دوش پر مری خوشبو
بہار دیکھنے آئے گی پھر نکھار مرا

بس ایک آپ سے وابستہ صبح و شام مرے
بس ایک آپ کی خاطر ہے انتظار مرا

مرا نصیب ہے دنیا میں پھیل کر رہنا
کہ جاں ہے عشق مری اور دل ہے پیار مرا

نظر اٹھا کے بھی دیکھا نہ غیر کی جانب
تمام عمر بس اک ذات تھی مدار مرا

مری کشش کبھی دلدآر کم نہیں ہو گی
کہ صدق ہے میری زینت وفا سنگھار مرا

غزل

دِل اور دِلدار

شرابِ بے خودی پی کر بہک جانے کا وقت آیا
اٹھو اے مے کشو کہ جام چھلکانے کا وقت آیا

خرد سُود و زیاں کے فکرِ لاحاصل میں غلطاں ہے
اے دیوانو! اٹھو دنیا کو سمجھانے کا وقت آیا

شہادت گاہِ الفت سے کسی نے پھر صدا دی ہے
نوید اے اہلِ ہمت بخت چمکانے کا وقت آیا

چھپاکے مصلحت نے مدّتوں رکھا جسے ہمدم
وہ پرچم برسرِ میدان لہرانے کا وقت آیا

جو اک مدّت سے الجھی آ رہی تھی روئے جاناں پر
مجھے لگتا ہے اب وہ زلف سلجھانے کا وقت آیا

جو اہلِ درد کے دل میں نہاں ہے اک زمانے سے
وہ رازِ عہدِ نو دنیا کو سمجھانے کا وقت آیا

جہاں کی ٹھوکریں کھاتے زمانہ ہو گیا ہمدم
نہیں ہے اب بھی کیا تیرے سنبھل جانے کا وقت آیا

••••••

غزل

گھٹتی گئیں محبتیں بڑھتے گئے تکلفات
نام و نمائش و نمود، شرحِ حیات و کائنات

میری بھی آنکھ بے بصر، تیری بھی آنکھ بے بصر
میرا بھی قلب سومنات، تیرا بھی قلب سومنات

جس پہ کہ مر مٹا ہوں میں، جس پہ کہ مر مٹا ہے تو
خواب و خیال و وہم و ظن ہے یہ بدن کی کائنات

گرچہ سمجھ سکوں نہ میں، گرچہ سمجھ سکے نہ تو
زیرِ نگاہِ عشق سب ارض و سما و شش جہات

حسن و جمالِ ظاہری لقمہ ءِ مار و مورِ قبر
ہاں وہ جلالِ باطنی، جس کو کبھی نہیں ممات

سارے جہاں کی ٹھوکریں میرا نصیب ہو گئیں
چھُوٹا ہے میرے ہاتھ سے جب سے اے جان تیرا ہاتھ

محفلِ ہست و بود میں کوئی نہیں شریکِ غم
تم کیا گئے کہ لٹ گئی میری تمام کائنات

تارے بھی ڈوبنے لگے، بجھنے لگی ہے شمع بھی
دیدہ ءِ اشکبار تھم، شاید گزر چکی ہے رات
••••••••

غزل

دل محوِ رقصِ کیف ہے بے کیفیوں کے بیچ
یہ کون بولتا ہے میری دھڑکنوں کے بیچ

مجھ سے بچھڑ گیا ہے کوئی حسرتوں کے بیچ
اک چاند تھا کہ چھوڑ گیا آنسوؤں کے بیچ

نذرِ شبِ فراق کہیں ہو نہ جائے دل
اک شمع رہ گئی ہے یہی ظلمتوں کے بیچ

اب کے بھی تیری دید کی حسرت رہی مجھے
یہ سال بھی گزرگیا محرومیوں کے بیچ

جس کو پکارتی تھی کبھی منزلِ مراد
ہمدم الجھ کے رہ گیا وہ راستوں کے بیچ
••••••

غزل

آنکھ پرنم ہے تری یاد میں برکھا کی طرح
دل ہے بے تاب کسی آہوئے صحرا کی طرح

ڈھونڈ پائے نہ کہیں منزلِ جاناں کا نشاں
قافلے بیٹھ گئے نقشِ کفِ پا کی طرح

گر ترا شوق نہ ہوتا میرا ہمدم جاناں
میں بھٹک جاتا کسی رہروئے صحرا کی طرح

پھر وہی میں ہوں وہی رات کی تنہائی ہے
آج پھر چھوڑ گئے لوگ ہمیشہ کی طرح

کیا ہے دنیا کا کسی کی نہیں ہوتی دنیا
دکھ تو یہ ہے کہ گئے تم بھی ہو دنیا کی طرح

زندگی ذوقِ محبت کے بجز اے ہمدم
ایک ہنگامہ ہے بس شورشِ دریا کی طرح
•••••

غزل

نوعِ بشر کے خون سے روئے زمیں ہے سرخ
صحرا کا سینہ، کوہستَاں کی جبیں ہے سرخ

سرخی ترے لبوں کی نہیں بے سبب اے دوست
لالے کا خون ہے جو مئے انگبیں ہے سرخ

تھامے ہوئے ہے ہاتھ میں گو پرچمِ سفید
میرے لہو سے اس کی مگر آستیں ہے سرخ

رنگین تارہائے گریباں سے دشتِ عشق
اور خونِ گرمِ شوق سے راہِ یقیں ہے سرخ

عشاق کے ہے خوں سے تہی کونسا مقام
دلدارؔ کونسی ہے جگہ جو نہیں ہے سرخ

غزل

ایک میں ہی نہیں افسردہ جگر تیرے بعد
سونا سونا ہے جہاں تا بہ نظر تیرے بعد

صورتِ دشت ہے یہ دل کا نگر تیرے بعد
رت بہاروں کی نہیں آئی ادھر تیرے بعد

کون آئے گا مرا کون ہے کوئی بھی نہیں
کس کی خاطر میں سجاؤں گا یہ گھر تیرے بعد

کس کی بے چین نگاہیں مجھے ڈھونڈیں گی اے دوست
کون دیکھے گا یوں دُزدیدہ نظر تیرے بعد

رات کو چین میسر ہے نہ دن کو ہمدم
کتنے بے کل ہیں مرے شام و سحر تیرے بعد
.....

غزل

دل کی نہ تم نے بات بتائی کیا کہنے دلدار
مجھ کو مری اوقات بتائی کیا کہنے دلدار

میری اک اک خوش فہمی کو پھاڑ کے پھینک دیا
میری وفا جذبات بتائی کیا کہنے دلدار

اپنی مات کو سو سو رخ سے سمجھایا ہے جیت
میری جیت بھی مات بتائی کیا کہنے دلدار

یہ اچھا معیار کہ میرا دن بھی بتایا رات
اپنی رات نہ رات بتائی کیا کہنے دلدار

اپنی مٹی سونا مانی لیکن میری چاندی
بس اک عام سی دھات بتائی کیا کہنے دلدار

غزل

بلبل کی آنکھ کس کے لِئے محوِ انتظار
کس کے لئے یہ دیدہ ءِ نرگس ہے اشکبار

باغِ وجود کس کی طلب میں ہے خندہ رو
کس کے لئے یہ گلشنِ ہستی ہے مشکبار

علمِ طبیعیات و ریاضی و کیمیا
ستریں ہیں لوحِ عالمِ ہستی کی تین چار

علمِ حیاتیات کے گل ہائے رنگ رنگ
اک غنچہ ئِ وجود کے آگے ہیں شرمسار

فوق الطبیعیات کے سارے تخیلات
شرمندگانِ دفترِ عرفانِ کردگار

دلدار ایک بوند ہے بحرِ الست کی
یہ علمِ نفسیات کا دریائے بے کنار

اعجازِ ابتسامِ گلِ کُن کی اک جھلک
گلزارِ شش جہات کی دلدار سب بہار

خلاقِ دو جہاں کے کلِماتِ گوناگوں
لکھنے کو سارے بحر ہی کافی نہ شاخسار

سب آسمان ہائے تخیل کی وسعتیں
اک   نقطہ ءِ وجود کے آ گے ہیں شرمسار

ارض و سما کتابِ حقیقت کے دو وَرَق
اوراق جس کتاب کے دلدارؔ بے شمار

غزل

ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا انساں چھوٹی چھوٹی باتوں پر
چاک ہے دامن ،چاک گریباں چھوٹی چھوٹی باتوں پر

کوچے سنساں قریے ویراں چھوٹی چھوٹی باتوں پر
شہر ہوا ہے شہرِ خموشاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر

حرف و صوت سے کیسا کیسا زہر ہے پھیلا دنیا میں
اے لبِ شیریں اے لبِ خنداں چھوٹی چھوٹی باتوں پر

اجڑی اجڑی اِس کی آنکھیں ، ٹوٹا ٹوٹا اُ س کا دل
میں بھی غمگیں تو بھی پریشاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر

کوئی نغمہ، کوئی خو شبو، کوئی رنگ نہیں باقی
اجڑ گیا دلدارؔ گلستاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر
••••••••

غزل

اندھیری شب میں چراغِ رہِ وفا ہو کر
رہیں جہاں میں کسی درد کی دوا ہو کر

مہک رہے تھے سرِ شاخ خوشنما ہو کر
پڑے ہیں راہ میں وہ پھول خاکِ پا ہو کر

وہ کہہ رہے ہیں طرفدار ہیں محبت کے
ستمگرانِ محبت کے ہم نوا ہو کر

بہت عزیز تھے اس کو خموش تھے جب تک
ہوئے ہیں راندہءِ درگاہ لب کشا ہو کر

اب اپنے پاس ہی بے بال و پر کو رہنے دو
یہ بے زبان کہاں جائے گا رہا ہو کر

سمجھ رہے تھے جسے عشق خود پرستی تھی
ہوا نہ کام کوئی ہم سے بے ریا ہو کر

کسی کے عشق کی دلدآر یہ کرامت ہے
ہوئے ہیں زندہ ءِ جاوید جو فنا ہو کر

غزل

صلح کا پیام دے، آشتی کی بات کر
پیار کی نوید بن، زندگی کی بات کر

نفرتوں کی داستاں، ظلمتوں کی داستاں
چاہتوں کی بات کر، روشنی کی بات کر

دشمنی نے کیا دیا، قتل و خون کے سوا
کچھ سمجھ کی بات کر، دوستی کی بات کر

جو گھڑی گزر گئی، وہ گھڑی گزر گئی
جو گھڑی ہے روبرو، اس گھڑی کی بات کر

کل کی قید سے نکل، آج کی فضا میں اُڑ
وقت کی پکار سن، آگہی کی بات کر

فرقتوں کے تذکرے اور وصل کی گھڑی
غم کی بات ہو چکی، اب خوشی کی بات کر

ڈھونڈ انھیں جو کھو گئیں بزمِ دل کی رونقیں
نغمہ سنجِ عشق ہو، دلبری کی بات کر

آدمی جو میں بھی ہوں، آدمی جو تو بھی ہے
آدمی کے واسطے آدمی کی بات کر

غزل

آہ میں کچھ اثر نہیں اب تک
مجھ پہ ان کی نظر نہیں اب تک

خوب غیروں نے آگ بھڑکائی
گرم خونِ جگر نہیں اب تک

میری دنیا اجاڑ دی پھر بھی
سیر اس کی نظر نہیں اب تک

لٹ گیا گلستانِ رنگ و بو
باغباں کو خبر نہیں اب تک

اک زمانہ ہوا ہے چلتے ہوئے
کوئی سمتِ سفر نہیں اب تک
•••••

غزل (ڈاکٹر دلدار احمد علوی ہمدم)

آنکھوں سے بہ رہا ہے جو دل ہے، کہاں ہیں اشک
آنسو نہیں ہیں درد کا سیلِ رواں ہیں اشک

سینے میں ہو نہ دل تو مرے رائگاں ہیں اشک
دل سے ہے مجھ کو کام کہ دل کی زباں ہیں اشک

دشواریوں میں کیا کیا نہ آسانیاں ہیں اشک
میری زباں ہیں اشک، تمھارا بیاں ہیں اشک

دل ہے کہ کوئی برف کا ٹکڑا نہ پوچھیئے
آنکھیں بھی پوچھتی ہیں کہ کیا ہیں کہاں ہیں اشک

ناسودہ حسرتوں کی کہانی نہیں فقط
عزمِ صمیمِ قلب کی بھی داستاں ہیں اشک

ظلمت سرائے غم میں بھی وحشت نہیں مجھے
یادِ حبیب میں یہ مرے ضو فشاں ہیں اشک

آئینہ دارِ شدتِ رنجِ فراق بھی
ہمدم وُفورِ شوق کے بھی ترجماں ہیں اشک

لفظوں میں کہہ سکے جو نہ دلدار حالِ دل
آئے مدد کو بن کے سراپا زباں ہیں اشک
••••••

غزل

غموں کے دشت میں اک جوئے بار ہیں ہم لوگ
مثالِ سایہ ءِ ابرِ بہار ہیں ہم لوگ

خزاں کا نام نہ دو اے ستمگرانِ چمن
جہاں گواہ ہے کہ جانِ بہار ہیں ہم لوگ

وفا کے نام پہ مرتے ہیں آج بھی ہمدم
امینِ عہدِ محبت شعار ہیں ہم لوگ

سبب نہ پوچھ مری بے قراریوں کا کہ میں
ہوں بے قرار کہ کیوں بے قرار ہیں ہم لوگ

فراغِ زیست میسر نہیں ہمیں ہمدم
رہینِ گردشِ لیل ونہار ہیں ہم لوگ

غزل

جسے راہیں لگیں دشوار کیسا دل کہاں کا دل
رہینِ سایہ ءِ دیوار کیسا دل کہاں کا دل

نہیں آزاد اگر اے یار کیسا دل کہاں کا دل
کسی کا حاشیہ بردار کیسا دل کہاں کا دل

اندھیروں اور اجالوں کی کشاکش میں مرے ہمدم
جو دل ہے غیر جانب دار کیسا دل کہاں کا دل

میں جس کے بوجھ کے نیچے مسلسل دبتا جاتا ہوں
وہ اک کوہِ گراں ہے یار کیسا دل کہاں کا دل

گراں ہے کارزارِ زندگانی میں قدم رکھنا
نہ ہو گر شیوہ ءِ احرار کیسا دل کہاں کا دل

دِل اور دِلدار

نہ یادوں کی ہے چنگاری نہ خوابوں ہی کی گلکاری
دلِ بے آرزو دلدارؔ کیسا دل کہاں کا دل

غزل

شاعرِ صاحبِ قلم، لکھ نہ سکا صدائے دل
دل ہی میں رہ گئے نہاں کتنے ہی راز ہائے دل

میں بھی ہوں مبتلائے دل، تو بھی ہے مبتلائے دل
میں بھی جگر کو تھام لوں، تو بھی پکار ہائے دل

سوزِ نہاں کی ترجماں ہو نہ سکے گی یہ زباں
مطربِ خوش گلو کہاں اور کہاں نوائے دل

کیسے بھی آئیں مرحلے، غم کہ خوشی کے سلسلے
اوجِ نگاہِ یار سے گرنے مگر نہ پائے دل

چارہ گرانِ شہر سب، تھک رہے ہیں بے سبب
اک تیری دید کے سوا کوئی نہیں دوائے دل

آخری وقت میں زباں دل کا نہ ساتھ دے سکی
ہم سے بیاں نہ ہو سکا آپ سے مدّعائے دل

غزل

جو ہو رہے ہیں کچھ آپس میں بد گمان سے دل
کسی رقیب نے کاٹے ہیں درمیان سے دل

بلا سبب نہیں دلدارؔ اتنی شان سے دل
کسی کی یاد نے رکھا ہے آن بان سے دل

اُسی کا ہو کے رہا کٹ کے سب جہان سے دل
گیا نہ اٹھ کے کہیں اس کے آستان سے دل

زمانے بھر میں کہیں بھی اسے جگہ نہ ملی
گرا جو تیری محبت کے آسمان سے دل

ترے بغیر سہارا نہیں ہے دل کا کوئی

دِل اور دِلدار

اب آ بھی جا کہ گزرنے لگا ہے جان سے دل

بس اب خموش کہ دلدارؔ مر نہ جاؤں کہیں
تڑپ رہا ہے ترے غم کی داستان سے دل

.....

غزل

ہجر کی رات یہ بہتے آنسو تیرے نام
جھلمل جھلمل تارے جگنو تیرے نام

میری ذات کا تپتا صحرا، ریت ہی ریت
اور یہ دل کا پاگل آہُو تیرے نام

سانسوں کا یہ راگ سہانا تیرے لئے
گردشِ خون کا بولتا جادو تیرے نام

تیری امانت سب سپنے ان آنکھوں کے
من پنچھی کی ساری کُو کُو تیرے نام

تیرے ہجر کا اک اک لمحہ گہرا زخم
اور ہر زخم کی اڑتی خوشبو تیرے نام
•••••

غزل

اس دور میں دلداری ، کم کم بہت ہی کم
گر ہے بھی تو غمخواری ، کم کم بہت ہی کم

گردش میں رہا ساقی گو تیرا پیمانہ
آئی ہے مری باری کم کم بہت ہی کم

آزادیء انساں کا جب جب ہوا چرچا
ہوتی گئی مختاری کم کم بہت ہی کم

اس شہرِ فسوں گر میں کثرت ہے لفظوں کی
جذبوں کی نگہداری کم کم بہت ہی کم

دِل اور دِلدار

ہر سمت ہوس کا ہے غلبہ زمانے میں
اِخلاص کی سرداری کم کم بہت ہی کم

نفرت کی ، عداوت کی ہر پل فراوانی
الفت کی عملداری کم کم بہت ہی کم

اس بزم میں ملتا ہے ہنس ہنس کے ہر کوئی
دل کی ہے مگر یاری کم کم بہت ہی کم
نادانی رہی اکثر وجہِ شکست اپنی
بدحالی و ناداری کم کم بہت ہی کم

جذبات کی چادر یاں اوڑھے ہے ہر کوئی
اور جذبے کی پھلواری کم کم بہت ہی کم

دلدارؔ وفا کے ہیں دعوے بہت لیکن
پائی ہے وفاداری کم کم بہت ہی کم
.....

غزل

آرزوئے جنّتِ عقبیٰ سے بھی ہوں شاد ہم
مل کے اک جنّت یہاں پر بھی کریں آباد ہم

دسترس میں دست شیریں ہے نہ جوئے شِیر ہے
ہاتھ میں جب تک نہ تھامیں تیشۂ فرہاد ہم

قید ہیں، محصور ہیں، معذور ہیں، مجبور ہیں
خواہشاتِ نفس سے جب تک نہ ہوں آزاد ہم

ہاتھ کچھ آیا نہ اس کے خارِ حسرت کے بغیر

دِل اور دِلدار

آپ تھے جب تک نہ دست و بازوئے صیّاد ہم

نفرتوں کو کر کے دریا برد اے اہلِ جہاں
آؤ رکھیں چاہتوں کی اک نئی بنیاد ہم

کب تلک بہتا رہے گا نسلِ آدم کا لہو
کب تلک کرتے رہیں گے خود کو یوں برباد ہم

سب نشانوں سے نشاں رکھیں گے اونچا عدل کا
کچھ بھی ہو جائے نہ ہوں گے حامیء بیداد ہم

کام ہیں جتنے ہمارے، ہیں خلافِ زندگی
نعرہ زن ہیں پھر بھی ہم ہمدم کہ زندہ باد ہم

ساتھ ہے گر تُو تو دنیا کا نہیں ہے کوئی غم
ہنس کے سہہ لیں گے زمانے کی ہر اک افتاد ہم

انجمن میں کوئی بھی اپنا نہیں دلدارؔ جی
گر سنائیں بھی تو کس کو ہجر کی روداد ہم

غزل

ہم کہ رندانِ محبت، عظمتِ مے خانہ ہم
بے حقیقت جانتے ہیں ساغر و پیمانہ ہم

خم بہ خم ہے گیسوئے امروز و فردا سر بہ سر
شانہ ءِ روز و شبانہ سے ہوئے بیگانہ ہم

اب تو دونوں باخبر ہیں، کل مگر وقتِ رحیل
آشنائے لذتِ آوارگی وہ تھا نہ ہم

دِل اور دِلدار

جل رہے ہیں آپ اپنی آگ میں دیوانہ وار
شمعِ کوئے جاناں ہم، سرمستی ءِ پروانہ ہم

کوئی سمجھائے ہمیں دلدارؔ آخر کیا ہیں ہم
زینتِ محراب ہم ہیں، رونقِ بتخانہ ہم
•••••

غزل

لائے خدا وہ دن کہ تجھے یاد آئیں ہم
تا دیر تجھ کو دل کی حکایت سنائیں ہم

اے دوست زندگی کے کسی موڑ پر تجھے
تھوڑا سا سوچ لینا اگر یاد آئیں ہم

یادوں کا اک جہان ہے دل میں بسا ہوا
کس کس کو بھول جائیں اگر بھول جائیں ہم

تو بھی نہیں ہے ساتھ، عجب کیا کہ ایک دن
اس بحرِ بے کسی میں کہیں ڈوب جائیں ہم

اس شہرِ بے نوا میں بھلا کون آئے گا
دلدارؔ کس کے واسطے دل کو سجائیں ہم
•••••

غزل

صبر کا ہے امتحاں ، لمحہ بہ لمحہ، دم بہ دم
ہمتو ں کی داستاں ، دریا بہ دریا ، یم بہ یم

کون سلجھائے گا میری بے بسی کی گتھیاں
گر رہیں گے گیسوئے ہستی کے یوں ہی پیچ و خم

فرقتوں کے دشت میں وہ قربتوں کا گلستاں

دِل اور دِلدار

جس کی خوشبوئے تبسم بانٹتی ہے سب کے غم

زندگی کی ظلمتوں میں اک چراغِ ضوفشاں
سینہء بے کینہ، لو جس کی کبھی ہو گی نہ کم

چھین سکتا ہے کوئی اس سے طلوعِ صبحدم
جس کی آنکھوں کی چمک دلدارؔ شمعِ شامِ غم
•••

مار ڈالے گا بشر کو یہ نظامِ بیش و کم
صاحبانِ اختیار و اہلِ زر ، اہلِ حشم

آدمی احسان کے رتبے پہ گر فائز نہ ہو
عدل کے درجے پہ تو قائم رہے وہ کم سے کم

غزل

یہ زمیں ہے چار دن ، وہ آسماں ہے چار دن
یہ جہانِ پست و بالا اے جہاں ہے چار دن

زندگی بے اعتبار و بے لحاظ و بے ثبات
مہرباں ہے چار دن ، نامہرباں ہے چار دن

دِل اور دِلدار

اقتدار و ا ختیا ر و دولت و شہرت تمام
تیرے دامن میں ہے جو کچھ اے جہاں ہے چار دن

اس چمن میں پھول کھلتے بھی ہیں مرجھاتے بھی ہیں
بلبلِ ناداں ! یہاں کا ہر سماں ہے چار دن

یہ جہاں پیہم بدلتے موسموں کا نام ہے
فصلِ گل ہے چار دن، فصلِ خزاں ہے چار دن

گلشنِ ہستی کے دروازے پہ لکھا ہےفنا
گل ہے یا کہ خارہے، جو ہے یہاں ہے چار دن

زندگانی پھول کانٹے، دھوپ چھاؤں، رات دن
نغمہ خواں ہے چار دن یا نوحہ خواں ہے چار دن

شادمانی جنسِ نادر ہے ہمارے عہد میں
خوش نصیبی ہے اگر دل شادماں ہے چار دن

اُس کے ظلم و جور کی بھی زندگی ہے مختصر
اور میرے صبر کا بھی امتحاں ہے چار دن

کون رکھتا ہے کسی کو یاد ساری زندگی
انجمن میں بازگشتِ رفتگاں ہے چار دن

عشق کھا جاتا ہے ساری زندگی، سارا وجود
کون کہتا ہے کہ یہ دردِ نہاں ہے چار دن

جس نے رہنا ہے ہمیشہ اُس جہاں کی سوچیئے
اِس جہاں کی فکر کیسی، یہ جہاں ہے چار دن

زندگی دلدارؔ! اپنی درمیانِ روز و شب
مہرباں ہے چار د ن، نا مہرباں ہے چار دن
•••••••

غزل

عدو کی آنکھ میں گرچہ مثالِ خار ہے لیکن
یہ میرا غنچہ ٔ دل غیرتِ گلزار ہے لیکن

تری تابش کا دنیا کب مجھے انکار ہے لیکن

دِل اور دِلدار

وہ کوئی اور ہے جو روشنی درکار ہے لیکن

اگرچہ ظلمتِ غم کی عجب یلغار ہے لیکن
چراغِ عزمِ عالی برسرِ پیکار ہے لیکن

بکھر جائیں تو تنکے ہیں مُرتّب ہوں تو کاشانہ
یہ کارِ آشیاں بندی بہت دشوار ہے لیکن

ہمیں بھی وقت کی آندھی اڑا کرلے گئی ہوتی
کھڑے ہیں استقامت سے کسی کا پیار ہے لیکن

ترے دستِ شفا کی کارفرمائی پہ تکیہ ہے
اگرچہ قلبِ غم خوردہ بہت بیمار ہے لیکن

ہزاروں ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر دل مچل جائے
جو پیدا   فرق کرتی ہے وہ شے کردار ہے لیکن

مجھے ڈر ہےکہیں خوابوں کا گورستاں نہ بن جائے
یہ میرا دل کہ امیدوں کا اک گلزار ہے، لیکن

یقیناً جنتیں دلدارؔ ساری رب کی رحمت ہیں
ہر اک جنت سے بڑھ کر جنتِ دیدار ہے لیکن

غزل

ہزاروں راستے جس نے تراشے تیری چاہت میں
الجھ کر رہ گیا وہ راستوں کی زیب و زینت میں

کہ عقلِ بیکرانِ آدمی ادنیٰ سا آلہ تھی
سمجھنا چاہتے تھے جو تجھے ڈوبے ہیں حیرت میں

دِل اور دِلدار

یہ تجھ سے دور رہنا چاہے بھی تو رہ نہیں سکتا
کہ تیری جستجو پیوست ہے انساں کی فطرت میں

مثالِ آہوئے صحرا رہا بے تاب فرقت میں
دلِ وحشی کو چین آیا نہ خلوت میں نہ جلوت میں

مری نشوونما کا استعارہ اس کی خوشنودی
معانی میری رفعت کے ہیں مضمر اس کی خدمت میں

نصابِ ارتقائے دل ہے ، عرفاں جس کو کہتے ہیں
تلاشِ یار رمزِ خود شناسی ہے حقیقت میں

تکامل کو مرے اُس نے عبادت اپنی فرمایا
یہ نکتہ جب سے سمجھا، لطف آیا ہے عبادت میں

کسی ٹوٹے ہوئے دل میں اسے دلدار! پاؤگے
ملے گا وہ نہ تاج و تخت میں، نہ مال و دولت میں

فضائیں سرنگوں ہیں سامنے اِس دل کی رفعت کے
سمندر تنگ داماں ہے، مقابل اِس کے، وسعت میں

مرے پیتل کو بھی اک روز وہ سونا بنائے گا
وہ میرا کیمیا گر زہر کو بدلے گا امرت میں

یہی خواہش ہے اُ س کے فضل کی باہوں میں دم نکلے
بسر ہو زندگانی اُ س کی رحمت کی رفاقت میں

وہ میرا ہمدمِ دیرینہ ، ساتھی سارے وقتوں کا
مدد کی ہے مری دلدارؔ اس نے ہر مصیبت میں

غزل

زمانہ بیت گیا اور ہم وہیں کے وہیں
رکے ہوئے ہیں ہمارے قدم وہیں کے وہیں

ہر ایک چیز جہاں کی بدل گئی، لیکن
ہمارے کرب ہمارے الم وہیں کے وہیں

ہزار گردشِ لیل و نہار کے با وصف
ترے نصیب مری شامِ غم وہیں کے وہیں

حکایتِ دمِ رفتہ شکستِ لشکرِ دل
یہ کیا کہ بکھرے پڑے ہیں عَلَم وہیں کے وہیں

رواں دواں ہے ہر اک ذرہ ءِ جہاں ہمدم
اور ایک ہم ہیں کہ ہیں دم بدم وہیں کے وہیں

غزل

بس گئی ہے مرے رگ و پےؔ میں

دِل اور دِلدار

یہ جو آواز ہے تری نے میں

ایک ہی گیت ہے مرا سنگیت
گائے جاتا ہوں ایک ہی لَے میں

ایک ہی ساز ہے مرا دم ساز
دل لگایا ہے ایک ہی تَے میں

ماورا ہے ہر ایک چیز سے وہ
اس کا جلوہ ہے گرچہ ہر شے میں

لطف جو اک نہیں میں پایا ہے
کب وہ حاصل کسی کو ہے ہے میں

شان ہے جو تری فقیری میں
وہ کہاں ہے رفاقتِ کے میں

کیا کرے آدمی کہو ہمدم
نہ لگے جی اگر کسی شے میں

غزل

جینا ہے دشوار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں
کوئی نہیں دلدار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

دِل اور دِلدار

ہائے یہ حالِ زار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں
چلنا ہے درکار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

رنگ برنگے پھول کھلے ہیں دریا کے اُس پار
دریا کے اُس پار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

آگے رستا دیکھ رہا ہے ایک نیا سنسار
ایک نیا سنسار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

آگے چلتے رہنے ہی سے کھلیں نئے امکان
اِس میں کیا تکرار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

اس سے جتنا دور رہیں ہم اتنا اچھا ہے
دنیا ہے خونخوار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

اپنے پاس نہیں ہے کچھ بھی لینے دینے کو
دنیا اک بازار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

خواہش کی چھنکار ہے پیارے ناگن کی پھنکار
ناگن کی پھنکار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

دنیا ایک سراب ہے اس کا کیسا اعتبار
کیسا اعتبار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

اور یہاں پر کتنا رکنا، کس نے آنا ہے
کیسا انتظار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

اور بھلا اس ریت نگر میں کتنا ٹھہریں گے
آگے ہے گلزار جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

حاضر اور موجود سے آگے بھی ہے ایک جہان
آئو جی دلدارّ جی تھوڑا آگے چلتے ہیں

غزل

جز ملاقاتِ دوست، چارہ گراں
دردِ دل کا نہیں کوئی درماں

دشتِ ہستی میں بے سر و ساماں
ہو میسّر اگر نہ تیری اماں

زندگی کی سیاہ راتوں میں
یادِ روئے حبیب ضو افشاں

بے نشاں جابجا ہے تیرا نشاں
لا مکاں ہر جگہ ہے تیرا مکاں

اس کے آنے کا وقت آیا ہے
قریہ ءِ جاں میں گونجتی ہے اذاں

دب کے دلدارؔ رہ گئے ہیں ہم
زندگی ہے کہ کوئی کوہِ گراں

غزل

ظلمتِ شب میں چمک اٹھیں مری تنہائیاں
یاد کیا آئی تری آنکھیں مری بھر آئیاں

پو پھٹے تک جانے کس کے درد میں روتی رہیں
کرب میں ڈوبی ہوئی لب چومتی شہنائیاں

اجڑے دل ویران آنکھیں لے کے اب جائیں کہاں
داستاں ہونے لگی ہیں درد کی سچائیاں

آئنہ دیکھا تو اپنے آپ سے شرما گئے
صاف چہرے سے عیاں تھیں روح کی گہرائیاں

کس حقیقت پر کریں دلدارؔ تجدیدِ وفا
اب نہ وہ میں ہوں نہ وہ تو ہے نہ وہ سچائیاں

غزل

دِل اور دِلدار

گنوا دی زندگی اپنی تلاشِ آبِ حیواں میں
کبھی دیکھا نہ تونے جھانک کر اپنے گریباں میں

مرادوں کے گہر چمکیں گے کیسے اپنے داماں میں
جو خونِ دل کی آمیزش نہ ہوگی اشکِ سوزاں میں

چراغِ عشق اگر روشن نہ ہو گا دل کے ایواں میں
کہاں سے روشنی آئے گی جیون کے شبستاں میں

جسے گھیرا ہوا ہے بے یقینی کے اندھیروں نے
چمک امید کی پید ا ہو اس کی چشمِ حیراں میں

چلو پیغام دیں پھر نوعِ انساں کو محبت کا
کھلائیں پھول پھر دلدارؔ! اس کے صحنِ ویراں میں
••••••

غزل

جب سے ہاں ہو گئی محبت میں
سب سے ناں ہو گئی محبت میں

یوں نہاں ہو گئی محبت میں
میں عیاں ہو گئی محبت میں

سُر بکھرتے ہیں میری باتوں سے
نغمہ خواں ہو گئی محبت میں

پھول جھڑتے ہیں بولتی ہوں جب
گلستاں ہو گئی محبت میں

دیکھتے دیکھتے یہ دل کی زمیں
آسماں ہو گئی محبت میں

میں کہ اک ناتواں سی ہستی تھی
سخت جاں ہو گئی محبت میں

زیست ویراں پڑی تھی مدت سے
کہکشاں ہو گئی محبت میں

تنگ داماں تھی آبجو کی طرح
بے کراں ہو گئی محبت میں

میں کہ تاریکیوں کی ماری تھی
ضوفشاں ہو گئی محبت میں

تھا نہ کل تک کوئی رفیقِ سفر
کارواں ہو گئی محبت میں

بے اماں تھی میں دشتِ ہستی میں
سائباں ہو گئی محبت میں

کتنی نا مہرباں تھی قسمت

دِل اور دِلدار

مہرباں ہو گئی محبت میں

موت مجھ کو مٹا نہیں سکتی
جاوداں ہو گئی محبت میں

چپ سی دلدارؔ لگ گئی ہے مجھے
بے زباں ہو گئی محبت میں

غزل

آساں تو کبھی یوں بھی نہ تھیں شوق کی راہیں
اس دور کی آفات سے اللہ کی پناہیں

برسات کے موسم میں ہے بھیگی ہوئی ہر شے
تکیہ ہوکہ رومال ہو، دامن ہو کہ با ہیں

بیگانہ کیا تجھ سے نہ دنیا کے غموں نے
ہر آن نگاہوں میں رہی ہیں تیری راہیں

بچھڑے ہوئے ماضی کو کہیں ڈھونڈ رہی ہیں
یادوں کے دریچوں سے، بہت دور نگاہیں

صحرا کو کیا جہدِ مسلسل نے گلستاں
ہمت ہے تو کھل جائیں گی جو بند ہیں راہیں

افلاک سے نالوں کا جواب آئے گا اک دن
اک روز سنی جائیں گی اس دل کی بھی آہیں

ہم اہلِ وفا روز بدلتے نہیں دلدارؔ
اک بار کریں پیار تو تاحشر نباہیں
.•••••

غزل

غیر دنیا ہے، زمانہ ہے پرایا جاناں
تو نہیں ہے تو نہیں کوئی بھی اپنا جاناں

قلبِ خاموش ہے اک داغ مرے سینے میں
کوئی نسخہ، کوئی درماں، کوئی چارہ جاناں

دل کا آنگن ہے کہ ویران نگر ہے کوئی
چاند اترا ہے نہ چمکا کوئی تارا جاناں

مدتوں محوِ تماشا رہا کالا بادل
جل چکے کھیت تو دل کھول کے برسا جاناں

ظلم دیکھے گا تو خاموش نہ رہ پائے گا
کتنا دیوانہ ہے دلدارؔ بھی دیکھا جاناں
•••••

غزل

نہ ابر ہے، نہ نسیمِ بہار، کچھ تو کہو
عجیب کرب کا موسم ہے یار!، کچھ تو کہو

علاجِ کشمکشِ روز گار، کچھ تو کہو
خموش کیوں ہو مرے چارہ کار، کچھ تو کہو

مٹے گا کیسے دلوں کا غبار، کچھ تو کہو
بڑھے کا کیسے زمانے میں پیار، کچھ تو کہو

غمِ فراق کا درماں بھی کوئی ہے کہ نہیں
مرے طبیب مرے غمگسار، کچھ تو کہو

نہ اپنے پاس ہی دلدارؔ! کچھ ہے کہنے کو
نہ کوئی پوچھنے والا کہ یار، کچھ تو کہو

•••••

غزل

یقیں کی قوتِ پرواز کا ناقدرداں کیوں ہو
جسے پیاری ہو آزادی گرفتارِ گماں کیوں ہو

گریزاں تیرے ہی ایواں سے برقِ آسماں کیوں ہو
جو ہر طوفاں میں بہہ جائے وہ میرا ہی مکاں کیوں ہو

سبب کچھ اور ہو گا اضطرابِ ابر باراں
زبوں حالی پہ میری آسماں گریہ کناں کیوں ہو

کمائی میرے ہاتھوں کی اندھیرے میرے رستوں کے
کوئی بے مہری ٔ خورشید پر شکوہ کناں کیوں ہو

کبھی آ کر تمھارے ہاتھ میں بھی کوئی پرچہ دے
ہمارا ہی سدا اے اہلِ طاقت امتحاں کیوں ہو

نہ ہو گر حوصلہ دل میں تو قدموں میں کہاں دم ہو
خود اپنی راہ کا ورنہ کوئی کوہِ گراں کیوں ہو

نہ کوئی آرزو زندہ، نہ کوئی جستجو باقی
گلہ رستوں کی دشواری کا پھر نوکِ زباں کیوں ہو

فقط تیشہ نہیں کافی برائے کارِ فرہادی
نہ ہو گر دل میں جاں انساں حریفِ کوہ ستاں کیوں ہو

جہادِ نفس کے میدان کا مردِ مجاہد ہے
جسے شیطان بہکا دے وہ اتنا ناتواں کیوں ہو

کہاں یہ سست گامی اور کہاں راہِ وفا ہمدم
جسے آرام ہو پیارا شریکِ کارواں کیوں ہو

دِل اور دِلدار

کہاں دلدارؔ یہ دل اور کہاں دنیائے بے وقعت
اک ادنیٰ چیز کے پیچھے یہ دل یوں رائگاں کیوں ہو

غزل

یوں ہوا ہے کچھ مزاجِ وقت برہم دوستو
روٹھا روٹھا سا ہے ہم سے سارا عالم دوستو

ایک سے اک بڑھ کے محفل میں تھا ہمدم دوستو
کوئی بھی لیکن نہیں تھا دل کا محرم دوستو

اور باہر شہر سارا نذرِ آتش ہو گیا
اپنے اپنے روز و شب میں گم رہے ہم دوستو

برگ و بار و غنچہ و گل کی کہانی کیا کہیں
بادِ صرصر کھا گئی ہر شاخِ محکم دوستو

گھر کے اندر کے مسائل میں الجھ کر رہ گیا
بانٹتے تھے جس نے سارے شہر کے غم دوستو

وہ کسی کے درد کا درماں بنیں گے کس طرح
اپنے زخموں کا نہ بن پائیں جو مرہم دوستو

دستگیری وہ کسی کی کس طرح کر پائیں گے
اپنے ہاتھوں میں ہی جن کے کچھ نہ ہو دم دوستو

اک نئی دنیا ہمارے سامنے تھی اور ہم
حال کے بوسیدہ بت خانے میں بے دم دوستو

اس کے غم میں رو رہا ہے سارا عالم دوستو
ایک میری ہی نہیں ہے آنکھ پُر نم دوستو

دِل اور دِلدار

میری آنکھیں جانے کیوں ہیں اس قدر نم دوستو
کھا رہا ہے مجھ کو جانے کون سا غم دوستو

ہم نے دیکھا راہِ دل میں یہ بھی عالم دوستو
اک طرف تھی ساری دنیا اک طرف ہم دوستو

جشن کا ہے جب کہ سارے جگ میں عالم دوستو
کوچہ ءِ دلدار ہے تصویرِ ماتم دوستو

غزل

کھل کے آجائے گی ہر بات، ذرا صبر کرو
وقت ہے کاشفِ حالات، ذرا صبر کرو

صبح نکلے گی تو ہو جائے گی ظاہر ہر شے
چند گھڑیوں کی ہے یہ رات، ذرا صبر کرو

سامنے کون ہے اور کون پسِ پردہ ہے
چھپ سکے گی نہ کوئی بات، ذرا صبر کرو

کاغذی پھول بہت جلد بکھر جائیں گے
محوِ گردش ہیں یہ دن رات، ذرا صبر کرو

کون میدان میں ٹھہرے گا دمِ آخر تک
کس قدر کس کی ہے اوقات، ذرا صبر کرو

پھر بہار آئے گی گلشن میں پلٹ کر اک دن
رنگ لائے گی مناجات، ذرا صبر کرو

ہم غریبوں کی دعائیں بھی سنی جائیں گی
ہے خدا قاضی ءِ حاجات، ذرا صبر کرو

مجھ کو کچھ اور سنورنے کی ضرورت ہے ابھی
ولولہ ہائے ملاقات، ذرا صبر کرو

اتنی جلدی نہ کرو اخذِ نتائج میں جناب
اور بدلیں گے یہ حالات، ذرا صبر کرو

آخری فیصلہ دلدارؔ ابھی باقی ہے
ہے اٹل روزِ مکافات، ذرا صبر کرو

غزل

نہ چھیڑو غم کی کہانی کوئی اور بات کرو
وفا ہے بات پرانی کوئی اور بات کرو

عبث ہے اہلِ غرض سے امیدِ مہر و وفا
نہ ڈھونڈو دشت میں پانی کوئی اور بات کرو

فضا میں بکھری ہوئی ہیں یہ تلخیاں کیسی
زبانِ شیریں بیانی کوئی اور بات کرو
مرے خطیب بہت بہ چکا بشر کا لہو
بفیضِ شہلہ بیانی ۔ کوئی اور بات کرو

زمیں کی مٹی سے ارزاں ہے جان انساں کی

دِل اور دِلدار

یہ کیسا عہد ہے جانی ۔کوئی اور بات کرو

عداوتوں نے تو بارود ہی دیا ہے ہمیں
محبتوں کی زبانی کوئی اور بات کرو

بشر کچھ اور بھی ہے صرف آب و خاک نہیں
نہ کھولو رازِ نہانی ۔کوئی اور بات کرو

یہ جس کے نور سے معمور ہیں زمان و مکاں
زمانی ہے نہ مکانی۔ کوئی اور بات کرو

گزر گئی ہے جو رت اس کا ذکر کیا کرنا
گراں ہے یادِ جوانی ۔ کوئی اور بات کرو

ان آتے جاتے دموں کا بھروسہ کیا ہمدم
یہ کائنات ہے فانی کوئی اور بات کرو

غزل

تُو ہی نہ ہو اگر نہ ترا انتظار ہو
میری بلا سے چار سُو فصلِ بہار ہو

کیوں اے نگاہِ ناز گریزاں ہے اس قدر
تیرے نثار آ مرے سینے کے پار ہو

انگڑائی لے رہی ہے چمن کی ہر ایک شے
تو بھی نصیبِ خفتہ مرے ہوشیار ہو

بے چینیوں سے اس کی عبارت ہے زندگی
بے جان ہے یہ دل اگر نہ بے قرار ہو

خود کو مٹا کے بحر میں قطرہ امر ہوا
دل کی بقا ہے تجھ سے اگر ہمکنار ہو

ہر اک کے بس کی بات نہیں رزم گاہِ عشق
وہ آئے یہاں خود پہ جسے اعتبار ہو

دلدار! کوئی فکر نہیں تو جو ساتھ ہے
رستے میں کوئی دشت ہو یا کوہسار ہو

غزل

جھک سکے جو نہ درِ غیر پہ سر ایسا ہو
سر جہاں جھک کے بھی اونچا رہے در ایسا ہو

حشر برپا ہوشبِ ہجر کے ایوانوں میں
میرے نالوں، میری آہوں میں اثر ایسا ہو

جس کے پہلو میں سمٹ آئے پریشاں محفل
تیری محفل میں کوئی شوخ نظر ایسا ہو

پھول بن جائے ہر اک زخمِ شبِ تنہائی
کوئی جھونکا تیرا اے بادِ سحر ایسا ہو

تاب سے جس کی چمک اٹھیں دل و جاں ہمدم
کاش دریا میں ترے کوئی گہر ایسا ہو
•••••

غزل

کھوئیں ہمقدم نہ ہمت، ہے قریب وہ زمانہ
کہ مرے گا موت اپنی یہ نظامِ جابرانہ

جو رہے گی تاقیامت وہ ہے صبح کی حکایت
گھڑی دو گھڑی کا قصہ شبِ تار کا فسانہ

تیری بجلیوں کی زد میں اے فلک رہے گا کب تک
میرا گلشنِ محبت میرے دل کا آشیانہ

دِل اور دِلدار

نہ ترا مزاج بدلا اے فلک نہ میری ہمت
وہی تیری بجلیاں ہیں وہی میرا آشیانہ

یہ ہزار آستانے اے جہاں تجھے مبارک
کہ مری جبیں کی منزل فقط ایک آستانہ

غزل

اگر ہو غیر پر تکیہ تمھارا بھی ہمارا بھی
نہ دل اپنا نہ سر اپنا تمھارا بھی ہمارا بھی

جو ہو اللہ پر تکیہ تمھارا بھی ہمارا بھی
تو ہے سارا جہاں اپنا تمھارا بھی ہمارا بھی

نہ تم بیداد ہی کرتے نہ ہم فریاد ہی کرتے
بھرم اے یار رہ جاتا تمھارا بھی ہمارا بھی

دِل اور دِلدار

تمھارے جبر کے قصے ہمارے صبر کے ڈنکے
رہے گا دیر تک چرچا تمھارا بھی ہمارا بھی

کہانی جبر و ہمت کی رہے گی تا ابد زندہ
کرے گی تذکرہ دنیا تمھارا بھی ہمارا بھی

ستم سے تم ہی باز آئے نہ ہم نے حوصلہ ہارا
ڈگر اپنی چلن اپنا تمھارا بھی ہمارا بھی

نکھر کر سامنے آ جائے گی ہر شے کی سچائی
حساب اک دن بپا ہو گا تمھارا بھی ہمارا بھی

ہمیں بے آسرا گردان کر کیجے نہ ظلم اتنا
کہ ہے ربِ جہاں مولا تمھارا بھی ہمارا بھی

پلٹ کر تم بھی جاؤ گے پلٹ کر ہم بھی جائیں گے
خدا ہے مرجع و ماوا تمھارا بھی ہمارا بھی

جو بوئیں گے وہ کاٹیں گے یہ ہے دستور عالم کا
مراد اپنی عمل اپنا تمھارا بھی ہمارا بھی

مکافاتِ عمل سے کوئی بچ کر جا نہیں سکتا
سو اک دن سامنا ہو گا تمھارا بھی ہمارا بھی

چلو آگے بڑھیں چھوڑیں تجارت یہ عداوت کی
سراسر اس میں ہے گھاٹا تمھارا بھی ہمارا بھی

چلو آئو ہم اپنے اپنے کاموں پر توجہ دیں
اسی میں ہے بھلا سب کا تمھارا بھی ہمارا بھی

حقیقت روزِ روشن کی طرح جب سامنے آئی
کوئی دعویٰ نہ کام آیا تمھارا بھی ہمارا بھی

وفا ہو کہ دغا ہو وہ محبت ہو کہ نفرت ہو
کرے گا ہر عمل پیچھا تمھارا بھی ہمارا بھی

مگر اہلِ وفا دلدارؔ رکھتے ہیں جدا منزل
بظاہر ایک ہے رستا تمھارا بھی ہمارا بھی

غزل

نور بانٹتی رہی، ڈٹی رہی، اڑی رہی
شمعِ دل کہ آندھیوں کے سامنے کھڑی رہی

اپنے پورے قد سے میری زندگی کھڑی رہی
جب تلک نہ ہاتھ یوں غیر کی چھڑی رہی

ہمتوں کا امتحاں تھا حوصلوں کی جنگ تھی

دِل اور دِلدار

کارزارِ زندگی میں اک وفا کھڑی رہی

اُس کی راہ تکتے تکتے مدتیں گزر گئیں
دُور تھی وصال کی جو دُور وہ گھڑی رہی

اپنے اپنے دائروں میں گھومتے رہے ہیں ہم
اپنی اپنی ہر کسی کو دوستو! پڑی رہی

وصل کی ہزار منزلوں سے میں گزر گیا
ہجر کی انی گڑی تھی دل میں جو گڑی رہی

گرد جو پڑی تھی اپنے دل پہ وہ پڑی رہی
جب تلک نہ آنسوئوں کی رات بھر جھڑی رہی

غزل

کہہ رہی ہے چشمِ نم ، پاس بیٹھتا کوئی
بانٹتا مرے بھی غم، پاس بیٹھتا کوئی

زندگی کے پیچ و خم، یہ نظامِ بیش و کم
سب بھلا کے زیر و بم ، پاس بیٹھتا کوئی

دِل اور دِلدار

عمر بھر کے ساتھ کی فرصتیں اگر نہ تھیں
دو گھڑی ہی کم سے کم، پاس بیٹھتا کوئی

حال کوئی پوچھتا مجھ غریبِ شہر کا
گھُٹ رہا ہے میرا دم ، پاس بیٹھتا کوئی

اک علاج اور بھی تھا مریضِ عشق کا
اے طبیبِ محترم ، پاس بیٹھتا کوئی

ہم کتابِ زندگی ٹھیک سے نہ پڑھ سکے
ہر ورق پہ تھا رقم، پاس بیٹھتا کوئی

رات بھر نہ بیٹھتا پاس اگر تو نا سہی
ایک پل کو صبحدم ، پاس بیٹھتا کوئی

سر پہ ہاتھ پھیرتا ، اشک میرے پونچھتا
مسکرا کے ایک دم پاس بیٹھتا کوئی

انجمن میں آپ کی آج تک نہ یہ ہوا
کہہ کے مجھ کو ہمقدم ، پاس بیٹھتا کوئی
•••••

غزل

نہ عنایتِ زمانہ نہ بہار کی عطا ہے
مرا رنگ روپ سارا مرے یار کی عطا ہے

میں کہاں جری تھا اتنا، کہاں مجھ میں تھی یہ ہمت
مری ساری تاب و طاقت ترے پیار کی عطا ہے

مرے ہوش کی کہانی، مرے جوش کی حکایت
ترے بادہءِ محبت کے خمار کی عطا ہے

یہ جو ولولہ ہے دل میں، یہ جو آنکھ میں چمک ہے
یہ جو چل رہا ہوں پیہم رہِ یار کی عطا ہے

جو ہیں زخم زخم پائوں، جو جھکے ہوئے ہیں شانیں
کسی خار کی ہے بخشش، کسی بار کی عطا ہے

یہ جو بڑھتی جا رہی ہے شبِ ہجر کی طوالت
کسی خواب زارِ غفلت کے شعار کی عطا ہے

یہ حوادثِ زمانہ ترا حوصلہ نہ توڑیں
یہ جو صبحِ ضوفشاں ہے شبِ تار کی عطا ہے

غزل

اہل بناؤ خود کو اس کا جس کی تم کو چاہت ہے
ورنہ جھوٹا ہے ہر جذبہ، ہر خواہش بے قیمت ہے

مشکل کے دن کاٹو گے تو آسانی بھی پاؤ گے
رات کا کرب اٹھانے والو صبح تمہاری قسمت ہے

کتنے سر کٹتے ہیں لوگو تب اک گردن اٹھتی ہے
تم کیا جانو کتنی اونچی آزادی کی قیمت ہے

پھول نہیں تو کانٹے رکھ جا، قبر پہ میری آ تو سہی
اس منزل تک ساتھ نبھا جا آگے میرے قسمت ہے

پیار میں کیسی حد بندی، دلدارؔ بتاؤ دنیا کو
دو جگ اس میں سما سکتے ہیں دل میں اتنی وسعت ہے
•••••

غزل

تم روٹھے دنیا روٹھ گئی اب کیا سوچیں کیا ہونا ہے

جب آنے والا کوئی نہیں کیا آس کا ہار پرونا ہے۔

پھر کرب کا موسم آیا ہے، پھر آہیں ہیں، پھر رونا ہے
اک بار اس دل کے شیشے کو پھر کرچی کرچی ہونا ہے

حالات کا رخ جو موڑتے ہیں، یہ سوچ کے کب وہ بیٹھتے ہیں
جو ہو گزرا وہ ہونا تھا، جو ہوگا اُس کو ہونا ہے

کیوں گھبرائیں کیوں دل ہاریں، کیوں آس کی شمع گل کردیں
یہ رات اگرچہ لمبی ہے، اس کو بھی مگر دن ہونا ہے

تم سود و زیاں کے جھگڑے میں ڈالو نہ ہمیں اے اہلِ غرض
ہم اہلِ محبت کیا جانیں کیا پانا ہے، کیا کھونا ہے

دلدار مسرت کا ،غم کا ،احساس بھی تیرے ساتھ گیا
اک عمر ہوئی ہے بھُولے ہوئے، کیا ہنسنا ہے، کیا رونا ہے

یاد اُس کی اپنی دولت ہے، عشق اُس کا اپنا سرمایہ
دلدارؔ ہماری ٹھوکر میں کیا چاندی ہے کیا سونا ہے

.....

غزل

مراد جادہ ٔ دشوار کی امانت ہے
کہ جیسے صبح شبِ تار کی امانت ہے

غبارِ حسرتِ دنیا تو راہ لگ اپنی
یہ رنگ روپ میرے یار کی امانت ہے

ہر اک کے بس کی نہیں بات رہگزارِ وفا
یہ راستا کسی جیدار کی امانت ہے

نصیب میں نہیں ہر اک کے منزلِ مقصود
یہ گلستاں رہِ پُر خار کی امانت ہے

کسی کسی کے مقدر میں ہے یہ اونچائی
کہاں ہر اک کے لئے پیار کی امانت ہے

متاعِ صاحبِ ہمت ہے دولتِ ایقان
قرار صاحبِ اقرار کی امانت ہے

یونہی چھپا کے یہ رکھا نہیں ہے سینے میں
یہ میرا دل میرے دلدار کی امانت ہے
....

غزل

دِل اور دِلدار

ہم نے پہن کے رنگ برنگے چشمے دنیا دیکھی ہے
کیا دیکھی ہے اہلِ نظر گر ایسے دنیا دیکھی ہے

دنیا ایک سراب ہے پیارے دنیا ایک چھلاوہ ہے
کس نے دنیا کو جانا ہے کس نے دنیا دیکھی ہے

ایک بزرگ سے پوچھ رہے تھے کل کچھ لوگ سرِ راہے
آپ بتائیں کیا ہے دنیا، آپ نے دنیا دیکھی ہے

دنیا کا ہر رنگ ہے دھوکہ دنیا کی ہر خوشبو جھوٹ
اپنے آپ پہ روئے ہیں جب غور سے دنیا دیکھی ہے

کم ہی بدلتا ہے دلدآر جی موسم بھی اس تیزی سے
جس تیزی سے رنگ بدلتے ہم نے دنیا دیکھی ہے

غزل

اس دور کا انسان کہ اپنا بھی نہیں ہے
رسم و رہِ دنیا سے شناسا بھی نہیں ہے

کچھ جبر تھاحالات کا کچھ اپنا تساہل
میں نے تو اسے ڈھنگ سے چاہا بھی نہیں ہے

وہ اہلِ نظر ہیں کہ تصور ہی بہت ہے
دل اس کو دیا ہے جسے دیکھا بھی نہیں ہے

اس بزم میں رندوں کی ہیں سب لوگ برابر
ادنیٰ بھی نہیں ہے کوئی اعلیٰ بھی نہیں ہے

مبہوت کھڑا ہے تیرے دروازے پہ سائل
ہونٹوں پہ کوئی حرفِ تمنا بھی نہیں ہے

آئندہ کی ہے فکر نہ کچھ حال کی پروا
عقبیٰ بھی نظر میں نہیں دنیا بھی نہیں ہے

دلدارؔ یہ کس موڑ پہ لے آیا ہے جیون
آنکھوں میں اب اپنی کوئی سپنا بھی نہیں ہے
•••••••

غزل

گلدستہ دلدار! بنائوں کس کے لئے، کیا ہونا ہے
آنے والا کوئی نہ ہو تو کیسا ہار پرونا ہے

اپنی جو بھی قدر و قیمت ہے وہ دل کے دم سے ہے
دامنِ دل ہی خالی ہو تو کیا پانا کیا کھونا ہے

ہر شب اس کی یاد کی چادر اوڑھ کے میں سوجاتا ہوں
اس کی یاد ہے تکیہ میرا اس کی یاد بچھونا ہے

پت جھڑ کے مارے گلشن میں ہر سو ہو کا عالم ہے
بلبلِ دل کی ضد ہے پھر بھی بیج امید کا بونا ہے۔

پیار سے بڑھ کر چیز نہیں ہے کوئی بھی اس دنیا میں
پیار کے آگے بے قیمت ہے کیا چاندی کیا سونا ہے

داغِ فراق نے بڑھتے بڑھتے سینہ ء ہستی گھیر لیا
اور بھی کوئی درماں ہے یا اشکوں ہی سے دھونا ہے؟

جس کے ساتھ تھیں اپنی خوشیاں اور غم وہ تو چھوڑ گیا
اب، دلدارؔ! کہاں کا ہنسنا اور کہاں کا رونا ہے۔
......

غزل

جس کو کہتے ہیں کہ دل ہے
دل کہاں پتھر کی سل ہے

پیار کے دم سے یہ دل ہے
ورنہ دل اک مشتِ گِل ہے

جب سے تجھ سے مُتصِل ہے
دل جہاں سے مُنفصِل ہے

دل کی ساری قدر و قیمت
دردِ دل پر مشتمل ہے

سارے رشتے عارضی ہیں
تجھ سے رشتہ مستقل ہے

کیا کریں کہ کوچہ ءِ دل
کوئے غم سے مُتصِل ہے

غزل

وہ وہ کھلائے گل ہَوَسِ اقتدار نے
اِس گلستاں سے پھیر لیا رخ بہار نے

انجام جانے کیا ہو دلِ لخت لخت کا
اس گھر کی راہ دیکھ لی ہے انتشار نے

کوئی بھی چیز ٹھیک سے آتی نہیں نظر
یہ حال کر دیا ہے جگر کے غبار نے

میرے تمام خواب ہوا میں بکھر گئے
وہ دن دکھائے گردشِ لیل و نہار نے

یہ سلسلہ نہ جانے کہاں جا کے اب رکے
بُو سونکھ لی ہے خون کی اک خون خوار نے

آرائشِ جہاں کا دعویٰ کیئے ہوئے
بادِ سموم آئی ہے گلشن سنوارنے

آہٹ بھی ہو تو چونک کر اٹھ بیٹھتا ہوں میں
شہرت کمائی ہے وہ مرے پاسدار نے

وہ سورما جہاں کی نظر سے اتر گئے
آئے تھے میرے دل سے جو تم کو اتارنے

دلدارؔ اب نہ دل کی خبر ہے نہ جان کی
دیوانہ کر دیا ہے غمِ روزگار نے

غزل

چراغ کافی کہاں خرد کا شبِ سیاہِ گماں کے آگے؟
نظر کا بھی نور ہے ضروری جناب اِس شب ستاں کے آگے

علامتیں ہوں کہ استعارے، مثالیں ہوں وہ کہ ہوں اشارے
ہیں سر بہ سجدہ نشان سارے بیانِ سرِ نہاں کے آگے

سرِ حقیقت نہ کیسے جھکتا، مجاز حیرت سے سر نگوں ہے
نہ قال میں دم نہ حال میں جاں ضمیرِ کون و مکاں کے آگے

یہ دُور و نزدیک و پست و بالا، ہر ایک نسبت ہر اک حوالہ
ہر ایک نقطہ ہر ایک ہالہ ہے دم بخود لامکاں کے آگے

نہ کار گر تھی کوئی بلاغت، نہ بارآور کوئی فصاحت
مَہین و کم تر ہر اک وضاحت، حقیقتِ بیکراں کے آگے

کوئی کنایہ مدد کو پہنچا نہ کوئی تمثیل کام آئی
حروف و الفاظ ہاتھ باندھے کھڑے ہیں اس کے بیاں کے آگے

کبھی جو دلدارؔ! حال دل کا سنانے بیٹھے تو ہم نے دیکھا
کہ سب زبانیں ہیں دست بستہ زبانِ اشکِ رواں کے آگے

غزل

کچھ بھی ہو سکتا ہے اس بار، خدا خیر کرے
غیر ہے حالتِ بیمار ، خدا خیر کرے

زرد ہیں کیوں لب و رخسار ، خدا خیر کرے
اے مرے یارِ طرح دار ، خدا خیر کرے

اجڑے اجڑے سے ہیں گلزار، خدا خیر کرے
سہمے سہمے سے ہیں اشجار ، خدا خیر کرے

جوش کے لاکھوں خریدار ، خدا خیر کرے
ہوش کا سرد ہے بازار ، خدا خیر کرے

غیر کے ہاتھ میں ہتھیار ، خدا خیر کرے
بن گئے، تھے جو وفادار ، خدا خیر کرے

بے اماں ہیں در و دیوار خدا خیر کرے
اپنے ہی شہر میں، دلدارؔ!، خدا خیر کرے
.....

غزل

بیشک زمانہ مجھ سے پھرے جس قدر پھرے
لیکن خدا کرے نہ تمھاری نظر پھرے

سورج کو پیچھے چھوڑ دیا انتظار میں
ہم جگنوئوں کی جستجو میں در بدر پھرے

میرے جمودِ کہنہ کا بھی کیجئے علاج
مرا نصیب بھی اے میرے چارہ گر پھرے

ہر اک سے بے نیاز ہوا جو ترا ہوا
درویش تیرے در کا کہاں در بدر پھرے

شہروں میں جا کے بس گئے اہلِ خرد تمام
دشتِ جنوں میں رہ گئے دو چار سر پھرے

اُس روز انقلابِ عظیم اٹھے گا یہاں
جس روز مل کے بیٹھ گئے چار سر پھرے

دلدارؔ جان ہم کو غنیمت کہ شہر میں
بس رہ گئے ہیں ہم سے یہ دو چار سر پھرے

غزل

نہ گل مسکرائیں گے صحنِ چمن میں، نہ بلبل ہمیشہ غزل خواں رہیں گے
مگر دل کے آنگن میں اے یادِ جاناں، ترے دیپ ہردم فروزاں رہیں گے

شبِ ہجر ہو چاہے کتنی ہی لمبی، ستارے وفا کے درخشاں رہیں گے
یہ آنکھیں رہیں گی ترے راستے پر، ترے منتظر یہ دل و جاں رہیں گے

نہ گھبرائے سیلِ حوادث سے پہلے، نہ پروا ہمیں آج سیلابِ غم کی نہ
شہادت کے رستے ہم اہلِ وفا کو، جو مشکل پڑے گی تو آساں رہیں گے

نہ کوئی خوشی کر سکے تجھ سے غافل، نہ غم کوئی ہو پائے رستے میں حائل
تری جستجو میرے جیون کا حاصل، نقوشِ قدم نور افشاں رہیں گے

خزاں کا ہو موسم کہ فصلِ بہاراں، وہ صبحِ وطن ہو کہ شامِ غریباں
کبھی ہم نے باندھے تھے جو عہد و پیماں، سدا زندگانی کا عنواں رہیں گے

صداقت عدالت سخاوت شجاعت، ضو افشانی ءِ نورِ خورشیدِ رحمت
محبت کا دستور الطاف و الفت، ابد تک ہم اس کے نگہباں رہیں گے

غمِ دل کو دلدارؔ کتنا چھپایا، زباں پر کبھی ذکر اس کا نہ لایا
مگر چشمِ نم نے غلط کر دکھایا جو کہتے تھے ہم راز پنہاں رہیں گے

غزل

چمن میں رہ کے بھی فصلِ بہار کو ترسے
گلاب چہرے ہوئے جارہے ہیں پتھر سے

نظر نظر میں بگولے، جگر جگر میں غبار
فلک نے چھین لیں خوشیاں زمیں کے اختر سے

کوئی اٹھائے گا کیوں ناز اس کی لہروں کے
ملے نہ پیاسے کو قطرہ بھی جس سمندر سے

شبوں کا چین، دنوں کا قرار غرق ہوا
گرج رہے تھے جو بادل ابھی نہیں برسے

یہ ریزہ ریزہ مجھے کس نے کر دیا ہمدم
یہ کس کی آئی ہے آواز میرے اندر سے

غزل

دل کو خرید نہ پائی دنیا دولت کے انباروں سے
عشق سلامت گزر گیا ہے خواہش کے انگاروں سے

اونچی ہوں کتنی دیواریں فرقت کی گر جاتی ہیں
شوق بنا لیتا ہے رستہ پتھر دل کہساروں سے

اس کا مقدر بہتے رہنا، بہتا جائے تابہ ابد
پیار کا دریا رک نہیں سکتا نفرت کی دیواروں سے

زخم ہو چاہے کتنا گہرا آخر بھر ہی جاتا ہے
صبر کا دامن تھامے رکھیں کہہ دو درد کے ماروں سے

جن کو پہن کے حرف آتا ہو عزت پر خودداری پر
ہم بیزار ہیں یارو ایسے جُبّو ں سے، دستاروں سے

اپنی کٹیا تاج محل ہے اپنا بوریا تختِ شہی
کیا لینا دلدارؔ جی ہم کو شاہوں کے درباروں سے

غزل

دستِ جنوں میں تارِ گریباں لئے ہوئے
پھرتا ہوں ساتھ فصلِ بہاراں لئے ہوئے

لطفِ خرامِ دشتِ تمنا نہ پوچھیئے
ہر آبلہ ہے خارِ مغیلاں لئے ہوئے

گریہ کناں ہے کل کی طرح آج بھی حیات
لب پہ حکایتِ غمِ دوراں لئے ہوئے

محوِ خرامِ ناز ہے لیلائے نیم شب
شانے پہ بارِ زلفِ پریشاں لئے ہوئے

دلدار رہروانِ رہِ عشق کی نہ پوچھ
مقتل میں بھی گئے لبِ خنداں لئے ہوئے
۔•••••

غزل

دل تری فرقتوں کا مارا ہے
پے بہ پے ہجرتوں کا مارا ہے

کیسے چلتا رہِ عزیمت پر
آدمی رخصتوں کا مارا ہے

گر ہے لیلیٰ بے اختیار یہاں
قیس بھی قسمتوں کا مارا ہے

جلتے بجتے ستاروں کا مسکن
آسماں حیرتوں کا مارا ہے

میں نے انسان سے ہے پیار کیا
میرا دل کلفتوں کا مارا ہے

دلِ سادہ نمائشی پیروں،
راہبوں، پنڈتوں کا مارا ہے

دین ہے رحمتِ خداوندی
ابنِ آدم متوں کا مارا ہے

اس زمانے کا امتیاز نہ پوچھ
ہر بشر دہشتوں کا مارا ہے

ہُو کا عالم ہے چارُ سو ہمدم
شہرِدل وحشتوں کا مارا ہے
••••••

غزل

دور کی منزلوں میں رہتا ہے
وہ شکستہ دلوں میں رہتا ہے

جہدِ پیہم پسند ہے اس کو
راہ کی مشکلوں میں رہتا ہے

اس کو بھاتی نہیں ہے پرکاری
وہ تو سادہ دلوں میں رہتا ہے

ہے مع الصادقین اس پہ گواہ
صدق کی محفلوں میں رہتا ہے

جو نہ اس ایک کا بنے سائل
خلق کے سائلوں میں رہتا ہے

قربتوں کی نہ جو کرے عزت
وہ صدا فاصلوں میں رہتا ہے

دِل اور دِلدار

شر کی لہروں میں جو نہیں پھنستا
خیر کے ساحلوں میں رہتا ہے

نفرتوں کا نہ جو ا سیر بنے
پیار کے سلسلوں میں رہتا ہے

اس سے دلدارؔ ہوکے روگرداں
آدمی مشکلوں میں رہتا ہے

غزل

بھلی رہی یا بری ، زندگی گزار چلے
حیات قرض تھی گردن پہ سو اتار چلے

بھٹکتے پھرتے ہیں دشتِ بلا میں تشنہ دھن
کرم کا دور اے ساقی پھر ایک بار چلے

ہمارے عہد کے ابنائے وقت بیچارے
یقین سرخیءِ بنتِ گماں پہ ہار چلے

تمام عمر بھٹکتے رہے یہ اہلِ غرض
جو اِس دیار سے نکلے تو اُس دیار چلے

جہان والے تو خوشیوں کے دوست تھے ہی مگر
یہ کیا کہ چھوڑ کے تم بھی اے دوستدار چلے
--
تمہاری عظمتِ کردار کی مثال کہاں
جو جان لینے کو آئے وہ جان وار چلے

یہاں دلوں کی کدورت مٹائی جاتی ہے
عدو کے ساتھ بھی اس انجمن میں پیار چلے

تمہارے تین سو تیرا کے آگے جم نہ سکے
بڑے غرور سے آئے تھے بے شمار چلے

غزل

فرقت کے دن کیسے کٹے ہیں، میں جانوں یا رب جانے
وقت نے کیا کیا زخم دیئے ہیں، میں جانوں یا رب جانے

ہنستے چہرے کے پردے میں کتنے غم پوشیدہ ہیں
کس کس بات پہ ہونٹ سیئے ہیں، میں جانوں یا رب جانے

دشت ، ببول اور تپتی راہیں، ننگے پاؤں، تنہائی
عشق میں کیا کیا کرب سہے ہیں، میں جانوں یا رب جانے

چٹکیاں لیتی ہے سینے میں کیسی کیسی آرزوئیں
اور کیا کیا ارمان چھپے ہیں، میں جانوں یا رب جانے

چہرے پر جو رنگ ہیں بکھرے، دنیا ان کی شیدائی
کتنے اندھیرے من میں بسے ہیں، میں جانوں یا رب جانے

دعوے ہیں دلدار زباں پر سو سو اس کی چاہت کے
دل میں کتنے صنم سجے ہیں، میں جانوں یا رب جانے
•••••••

غزل

نظر کی بات کہاں آبِ زر سے لکھو گے
بیاضِ دل میں اسے چشمِ تر سے لکھو گے

حضور، خامہء الفت بھی آزماؤ کبھی
کہاں تلک یونہی نفرت کے پر سے لکھو گے

کتابِ بے ہنری سے کہیں فزوں تر ہے
وہ ایک حرف جو دستِ ہنر سے لکھو گ
ے
مبالغے کی بھی ہوتی ہے ایک حدلوگو!
جو شے نہیں ہے اسے ہے کدھر سے لکھو گے

بہت بلند ہے دلدارؔ اس کا ذوقِ سخن
وہ داد دے گا جو خونِ جگر سے لکھو گے

••••••

غزل

نغمے چھن جائیں گے ہونٹوں پر فغاں رہ جائے گی
زندگی تیرے بنا ایسی کہاں رہ جائے گی

تیرے میرے پیار کی دنیا کہاں رہ جائے گی
اک کہانی درمیانِ دوستاں رہ جائے گی

وائے قسمت ساری دیواریں گرا لینے کے بعد
کیا خبر تھی ذات اپنی درمیاں رہ جائے گی

چار دن کا ساتھ اپنا پھر نہ جانے زندگی
میں کہاں رہ جاؤں گا اور تو کہاں رہ جائے گی

دِل اور دِلدار

بجلیوں کی نذر ہو جائے گا سارا گلستاں
اور مخلوقِ خدا نوحہ کناں رہ جائے گی؟

چیخ کر سارے پرندے ناگہاں اڑ جائیں
گلستاں میں صرف خاکِ گلستاں رہ جائے گی؟

بن کے رہ جائے گا سرِّ دلبراں ماضی کی بات
کہنے سننے کو حدیثِ دیگراں رہ جائے گی؟

موسمِ گل موڑلے گا منہ ہمیشہ کے لئے
باغِ ہستی کے مقدر میں خزاں رہ جائے گی؟

چھوڑ جائے گا وہ تپتی دوپہر میں ایک دن
زندگی دلدارؔ اپنی بے اماں رہ جائے گی؟
•••••

غزل
نذرِ غمِ دنیا ہوئے امکان تھے جتنے
عقبیٰ کے مسافر تیرے سامان تھے جتنے

انگلی نہ اٹھی ایک بھی ظالم تیری جانب
اور مجھ پہ لگائے گئے بہتان تھے جتنے

آئے گا پلٹ کر وہ یہ آواز تھی دل کی
پھر کھو گئے کیوں وصل کے امکان تھے جتنے

اس شان سے وہ رشکِ قمر بام پہ آیا
آباد ہوئے راستے سنسان تھے جتنے

انسان نے انسان کی روکی ہیں وہ راہیں
دشوار ہوئے مرحلے آسان تھے جتنے

غزل

یہ بھی دن آنے تھے یا رب سب جہاں سنسان ہے
یہ زمیں سنسان ہے وہ آسماں سنسان ہے

بلبلِ بیتاب بھی بیٹھی ہوئی ہے سہم کر
دشت کا کیا پوچھتے ہو گلستاں سنسان ہے

آن بیٹھے ہیں زمیں پر آہنی طیور بھی
دیکھیے کیونکر فضائے آسماں سنسان ہے

دِل اور دِلدار

پست و بالا ایک جیسے کر دئیے حالا ت نے
ساحلِ دریا ہو یا کوہِ گراں سنسان ہے

موسموں کا فرق بھی اس بار مٹ کر رہ گیا
فصلِ گل ہو یا کہ ہو فصلِ خزاں سنسان ہے

ہُو کا عالم ہے جہاں میں جس طرف بھی دیکھیے
ہر نگر ہر راستہ ہر آستاں سنسان ہے

پھر پلٹ کر آئیں گی دلدار دل کی رونقیں
کچھ دنوں کی بات ہے جو شہرِ جاں سنسان ہے
•••

غزل

قدم اٹھاؤ کٹھن رہگزر ہے تو کیا ہے
جواں ہے عزم جو مشکل سفر ہے تو کیا ہے

بہر طریق جلائیں گے چاہتوں کے چراغ
عداوتوں کی ہوا تیز تر ہے تو کیا ہے

لکھی ہیں چہرے پہ دل کی حکایتیں ساری
لبوں پہ مہرِ خموشی اگر ہے تو کیا ہے

مجھے یقین ہے اک دن سکوت ٹوٹے گا
ابھی صدا جو مری بے اثر ہے تو کیا ہے

قدم ہٹیں نہ ترے راستی کے رستے سے
زمانہ تیرا مخالف اگر ہے تو کیا ہے

مری کتاب میں رکنا نہیں لکھا ہمدم
سفر طویل ہے ، رہ پُر خطر ہے تو کیا ہے
•••••

غزل

کیا پوچھتے ہو سالکِ الفت کے رخت کی
بے معنیٰ راہِ شوق میں چھاؤں درخت کی

کوشش ہے نام اس کے لکھے کی تلاش کا
تفسیر کاوشوں سے عبارت ہے بخت کی

آئی ہے ہوشمند کے حصے میں عافیت
طوفاں میں کی لچک نے حفاظت درخت کی

بانگِ درائے جہدِ مسلسل کو چھوڑ کر
اِکسیر کوئی جگ میں نہیں سوئے بخت کی

ٹکڑوں میں بٹ چکی ہے جو محفل پھر ایک ہو
یا رب! یہ التجا ہے دلِ لخت لخت کی

اس کی گلی کی چاکری ہے اپنا مدّعا
نہ تاج کی ہوس ہے، نہ خواہش ہے تخت کی
****

مجروح کرکے رکھ دیا ہے ہر کسی کا دل
کیا بات ہے خطیب کے لحنِ کرخت کی
••••

غزل

ہاتھوں میں اس کے خار بھی، خنجر بھی، سنگ بھی
میں گُل بھی، دل بدست بھی، آئینہ رنگ بھی

دِل اور دِلدار

ہونٹوں پہ میرے یار کے نغمے ہیں پیار کے
چھیڑے ہوئے ہے سارے زمانے سے جنگ بھی

اب اس کا کیا علاج کہ اس شخص کو پسند
میری رفاقتیں بھی، رقیبوں کا سنگ بھی

ہم سادہ لوح بِک گئے ہیں جس کے نام پر
پُرکار بیچ کھا گئے ناموس و ننگ بھی

آنکھیں ترس گئی ہیں کسی مہ جبین کو
مدت سے بے صدا ہیں رباب اور چنگ بھی

دلدارؔ دشمنی تو کبھی مدّعا نہ تھی
آیا مگر نہ دوستی کرنے کا ڈھنگ بھی
••••••

غزل

جگر ہے تار تار اب بھی، نظر ہے بے قرار اب بھی
جو تجھ سے جان پہلے تھا وہی ہے حالِ زار اب بھی

کھڑے ہیں نخل تپتی دوپہر میں ہاتھ اٹھا کے چپ
مرے پت جھڑ کے ماروں کو ہے امیدِ بہار اب بھی

دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے چن کے باہم جوڑنے والے
دریدہ دل زمانے کو ہے تیرا انتظار اب بھی

کبھی شاید ادھر سے بھی گزر ہو ابرِ باراں کا
کھڑے ہیں زرد چہرے لے کے میرے لالہ زار اب بھی

چھلک پڑتی ہیں آنکھیں اب بھی جب تم یاد آتے ہو
پکار اٹھتا ہے پاگل دل تمہیں بے اختیار اب بھی

تری گردِ سفر بھی اب نگاہوں میں نہیں لیکن
تو لوٹ آئے گا جانے کیوں ہے دل کو اعتبار اب بھی
••••

غزل

کوئی ہو گا جس کو ہو گا اعتبارِ زندگی
میں نہیں نا آشنائے کارزارِ زندگی

مل گئی خیرالوریٰ کے باب سے اس کو حیات
زندگی کو بھی تھا کب سے انتظارِ زندگی

ہے یہی فرمودہ ءِ چارہ گرِ کارِ حیات

چند سانسوں کی انی پر ہے مدارِ زندگی

ہاں، بڑھو، آگے بڑھو، بڑھتے ہی جاؤ ہمدمو
دے رہی ہے یہ صدائیں رہگزارِ زندگی

چار سُو دلدارؔ ویرانی سی ہے چھائی ہوئی
رہ گئی جانے کہاں فصلِ بہارِ زندگی
•••••

غزل

شاد ہو دل یا کہ ہو ناشاد ساری زندگی
دل میں رکھیں گے تجھے آباد ساری زندگی

باز گشتِ رفتگاں دو چار دن کی داستاں
کون رکھتا ہے کسی کو یاد ساری زندگی

واہ ہے گر چار دن تو آہ بھی ہے چار دن
عمر بھر بیداد ہے نہ داد ساری زندگی

دِل اور دِلدار

پاؤں زخمی چہرہ گرد آلود، اور دامن تہی
کیا ملا کر کے یونہی برباد ساری زندگی

جھوٹ پر مبنی تعلق کی حکایت چار دن
اور سچے عشق کی روداد ساری

کیا خبر دلدارؔ ان کو دل کی خود داری ہے کیا
مانگتے پھرتے ہیں جو امداد ساری زندگی
(ڈاکٹر دلدار احمد علوی ہمدم)
••••

غزل

کرے گا دستگیری گر نہ توُ ہی بے سہاروں کی
مدد کو کون آئے گا خدایا غم کے ماروں کی

محبت سے محبت، نفرتوں سے نفرتیں رکھنا

دِل اور دِلدار

رہی ہے روزِ اول سے صلاح الفت شعاروں کی

طلوعِ صبحِ صادق کے مجھے آثار لگتے ہیں
جو لو مدہم سے مدہم ہوتی جاتی ہے ستاروں کی

جنھیں لگتا ہے ڈر گہرے سمندر میں اترنے سے
مقدّر اُن کا رہتی ہے سدا مٹّی کناروں کی

میں وہ پتا ہوں جس کو خود شجر نے توڑ پھینکا ہو
نہ پوچھو داستاں مجھ سے مری اجڑی بہاروں کی

مرا بھی حق ہے فرحت بخش باغوں ٹھنڈے چشموں پر
میں کب تک خاک چھانوں گا سلگتے ریگزاروں کی

غریبِ شہر کی پرسش کو کوئی بھی نہیں آیا
عیادت کو زمانہ آ رہا ہے شہریاروں کی

تم اپنی حسرتیں دلدارؔ اپنے پاس ہی رکھو
کرو باتیں نہ ہم سے منزلوں کی رہگزاروں کی
•••••

غزل

مرے حبیب مرے ہم سفر مرے ساتھی
ترے بغیر اجیرن کے زندگی میری

دِل اور دِلدار

مرے دنوں کے اجالے، مری شبوں کے چراغ
جو تو نہیں ہے تو ہر سو ہے گہری تاریکی

اس اجھڑے گھر کو سجائیں بھی کس کی خاطر اب
بچھڑ گیا وہی جس سے تھیں رونقیں دل کی

نگل سکی نہ طلوعِ سحر کے اجیالے
شبِ فراق کی ناگن دماغ کھا بیٹھی

یہ کیسے موڑ پہ دلدارؔ آگئی ہے حیات
نہ انتظار کسی کا، نہ کوئی غم، نہ خوشی
•••••

غزل

پیا ر کا دیپ روشن ہے من میں، میرے چاروں طرف روشنی ہے
پھول کے دل سے نکلی ہے خوشبو جو فضاؤں میں پھیلی ہوئی ہے

پیار بنیاد ہے دو جہاں کی، پیار روحِ رواں انس و جاں کی
پیار ہے جان کون و مکاں کی، پیار سے سب جلی و خفی ہے

نخلِ امید شاداب اس سے، آرزو کی تب و تاب اس سے
زندہ آنکھوں میں ہیں خواب اس سے، پیار سے دل کھیتی ہری ہے

پیار سے ہے بہاروں کی محفل، پیار سے مرغزاروں کی محفل
پیار سے چاند تاروں کی محفل، پیار سے بزمِ ہستی سجی ہے

دل کی پونجی ترے نام کردی، نقدِ جاں بھی ترے نام کردی
ہر شے اپنی ترے نام کردی، چاہے کھوٹی ہے چاہے کھری ہے

کہنا آسان کرنا ہے مشکل، عشق راہِ شہادت ہے اے دل
سر کی قیمت پہ ملتی ہے منزل، ہر گھڑی آزمائش نئی ہے

ضبط مشکل ہے لازم ہے لیکن، ورنہ دلدارؔ محفل میں اک دن
کھول کر راز دل کا رہے گی، تیری آنکھوں میں یہ جو نمی ہے

وہ تعصب زمانے میں پھیلا، ہر طرف ہر ٹھکانے میں پھیلا
مسجد و بادہ خانے میں پھیلا ، کوئی جا ہے جو اس سے بچی ہے؟
خون آنکھوں میں اترا ہوا ہے ، رنگ چہرے کا بدلا ہوا ہے
سانس بھی اس کا پھولا ہوا ہے، باہر آپے سے پھر آدمی ہے!
•••••

غزل

دِل اور دِلدار

تیرے شہر کی دیواروں سے لپٹ لپٹ کر رویا ہے
سہما سہما یہ دل میرا سمٹ سمٹ کر رویا ہے

بٹتے بٹتے بٹ جائے گا انساں اتنے خانوں میں
دل اس دکھ میں اپنا اکثر درد سے پھٹ کر رویا ہے

ہائے جدائی کا وہ لمحہ، ہر شے ٹھہری ٹھہری تھی
تیرا زائر حدِّ نظر تک پلٹ پلٹ کر رویا ہے

اپنے اپنے غم تھے سب کے، اپنی اپنی خوشیاں تھیں
تیری یاد میں یہ دیوانہ سب سے کٹ کر رویا ہے

آج یہ اپنی آنکھیں بھی کچھ اور ادا سے برسی ہیں
اور یہ اپنا دل بھی کچھ معمول سے ہٹ کر رویا ہے

میرے غم کی کہانی سن کر کون نہیں رویا دلدارؔ
دریا رویا ، جنگل رویا ، پتھّر پھٹ کر رویا ہے

•

غزل

اُس کو مری نماز کی کیا احتیاج ہے

میری نماز میرے دکھوں کا علاج ہے

بدلا کچھ اپنے شہر کا ایسا رواج ہے
اکھڑا ہوا ہر ایک بشر کا مزاج ہے

کوہِ محن ہے ، بارِ گراں ہے ، خراج ہے
تیرے بغیر زندگی کانٹوں کا تاج ہے

دانے کو بھس سے کر کے الگ چھوڑتا ہے یہ
کرتا نہیں لحاظ، زمانے کا چھاج ہے

پھیلا ہوا ہے دامنِ دل، لب خموش ہیں
اے دوست تیرے ہاتھ میں اس دل کی لاج ہے

چاہت میں اضطرابِ مسلسل ہے زندگی
اک پل قرار دل کو نہ کل تھا نہ آج ہے

اے سرخیء شفق نہ مجھے دیکھ رشک سے
میرے وطن پہ سرخ ہواؤں کا راج ہے

دلدارؔ! ہم ہیں شہر میں اپنے ہی اجنبی
ہمراز ہے کوئی نہ کوئی ہم مزاج ہے
•••••

غزل

یہ قیامت نہیں ہے تو کیا ہے
آدمی آدمی سے خفا ہے

رات برسوں کی کیسے کٹے گی
شام ہی سے یہ دل بجھ رہا ہے

آؤ دکھ سکھ کی باتیں کریں کچھ
اس خموشی میں دم گھٹ رہا ہے

اتنی جلدی نہ لوٹاؤ مجھ کو
اس گلی تک زمانہ لگا ہے

رات ہی رات میرا فسانہ
اک دیئے کی حقیقت بھی کیا ہے

خونِ دل سے نکھارا تھا جس کو
اس گلستاں میں محشر بپا ہے

دیکھ کر میری دھرتی کا منظر
چاند تاروں کا دل جل رہا ہے

آؤ دلدارؔ ناچیں خوشی سے
خشک آنکھوں سے آنسو بہا ہے
•••••

غزل

دِل اور دِلدار

بوقلمونی، رنگا رنگی، سے اس کی آرائش ہے
گلدستے میں ہر گل کی، ہاں ہر گل کی، گنجائش ہے

عشق سفر پتھریلے رستوں اور تپتی دوپہروں کا
عشق میں کب آرام ہے پیارے،عشق میں کب آسائش ہے

دشت نوردی، کوہ کنی دیباچے اس کی ہمت کے
پتھر کو پگھلا کر رکھ دے عشق میں وہ گرمائش ہے

دل کی سنوں اور دل کی کہوں، یہ دل کی مرے فرمائش ہے
دنیا کا کچھ اور تقاضا اور اس کی فہمائش ہے

برقِ گماں نے پل پل اس سے آنکھ مچولی کھیلی ہے
دل کی زمیں میں نخلِ یقیں کی جب بھی ہوئی پیدائش ہے

تنظیم و تزئین میں باہم ساتھ ہے چولی دامن کا
نظم سے ہے دلدارؔ جہاں میں جتنی بھی زیبائش ہے
....

غزل

مظہرِ یک جلوہءِ بے کیف و کم ہر پھول ہے
بت کدہ ہے گلشنِ ہستی صنم ہر پھول ہے

گرچہ بڑھ کر ایک سے اک ایک دم ہر پھول ہے
زخم ہائے دل سے لیکن اپنے کم ہر پھول ہے

انبساطِ غنچہءِ دل سے ہے گلشن میں بہار
ورنہ بے مایہ ہے جو درمانِ غم ہر پھول ہے

دشتِ بے آب و گیاہِ زندگی میں گل کہاں
بے بہا ہے جو سرِ مژگانِ نم ہر پھول ہے

بلبلِ آشفتہ سرکا کوئی گلشن میں نہیں
پر سمجھتا ہے کہ اس کا ہم قدم ہر پھول ہے

خار بھی اس کا ہے بڑھ کر غیر کے گل سے مجھے
میری ارضِ پاک کا رشکِ ارم ہر پھول ہے

کیا خبر کس حال میں دلدار! اس کی شام ہو
اس قدر نکھرا ہوا جو صبحدم ہر پھول ہے
•••••

غزل

مری وفا کہ تری امانت تھی یار! ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے،
وہ جس پہ حق تھا بس ایک تیرا ہزار ٹکڑوں میں   گئی ہے۔

حضورِ جاناں میں کام آئی نہ تاب اظہارِ مدعا کی
زبان تک آتے آتے دل کی پکار ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے

مرے خیالات کے گلستاں کی ایک اک چیز ہے پریشاں
گلاب ہیں اس کے ریزہ ریزہ، بہار ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے

خلوص کہتے ہیں جس کو دانا وہ آج نایاب ہے جہاں میں
وہ شاخ جس پہ تھا آشیاں کا مدار ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے

مِلا کے دلدارؔ! جس نے رکھنا تھا لخت ہائے جگر کو باہم
مرورِ ایام سے وفا کی وہ تار ٹکڑوں میں بٹ گئی ہے۔

غزل

یہ ردا جو ہے تیرے فضل کی، میرے سر پہ یوں ہی تنی رہے
میری بات ہے جو بنی ہوئی، اے مرے خدا وہ بنی رہے

تیری بزم میں رہے بے رخی نہ یہ رسمِ دل شکنی رہے
وہ فروغِ عشق ہو ہر طرف کہ ہوس کے دل میں انی رہے

یونہی قائم اپنا بھرم رہے، سدا مجھ پہ تیرا کرم رہے
تیری رحمتوں تیری برکتوں کی یہ چھاؤں یوں ہی گھنی رہے

جیئوں اس طرح تیری یاد میں، کسی موڑ پر کسی حال میں
نہ اکیلے پن کا گماں ہو، نہ خیالِ بے وطنی رہے

میری خوئے سہل پسند کا بھی علاج ہو کہ مرے لئے
رہا ریگزار ہی پرکشش نہ رموزِ کوہ کنی رہے

*
کوئی خندہ لب ہو کہ جاں بلب، تیرے روز و شب کا وہی ہے ڈھب
کہ تری بلا سے اے جاں طلب جو کسی کی جاں پہ بنی رہے
••••••••

غزل

نہ شب کے سائے اگر ہوں گہرے
کہاں سے نکلیں یہ دن سنہرے

ہماری فریاد کون سنتا
جہان والے سدا کے بہرے

رہے گا ناکام یہ زمانہ
نہ لگ سکیں گے دلوں پہ پہرے

نہیں ہے تم سے کوئی شکایت
تھے زخم ہی اپنے دل کے گہرے

اگر نہ دل پہ لگے ہوں تالے
نہ آنکھیں اندھی نہ کان بہرے

ہمیں میں کوئی کمی تھی شاید
ترے یہاں معتبر نہ ٹھہرے
•••••

غزل
ڈاکٹر دلدار احمد علوی ہمدم

پھر روئے زمیں لال ہے انساں کے لہو سے
دم لینا بھی دشوار ہے بارود کی بو سے

ابلیس بھی دل سوختہ اس طرزِ نمو سے
کیا نکلے گا انسان کی بگڑی ہوئی خو سے
****

وہ وقت بھی آئے گا کہ پوچھیں گے عدو سے
ہے خون روا دل کا کس آئین کی رُو سے

دِل اور دِلدار

تا حدِ نظر ایک جہاں چشم برہ ہے
دیکھو جو نکل کر کبھی چاہِ من و تُو سے

ہم گل کی حقیقت پہ نظر رکھتے ہیں اپنی
دلدار ہمیں رنگ سے مطلب ہے نہ بو سے

جب جب تیری زلفوں کے خم و پیچ کھلیں گے
حق حق کی صدا آئے گی ہر کوچہ و کو سے

محبوب کی آنکھوں سے سروکار ہے ہم کو
اے دل ہمیں کیا کام کسی جام و سبو سے

انجام کو پہنچے گا بہر طور ستمگر
اللہ کے قانونِ مکافات کی رو سے

پھر فصلِ بہار آئے گی دلدار پلٹ کر
گونجے گا چمن نغمہءِ مستانہ ءِ ہُو سے

غزل
پھوٹ نکلے ہیں آبلے دل کے
پانی پانی ہوں آپ سے مل کے

کتنی مسموم ہے فضائے چمن
سخت مضطر ہیں پھول بھی کھل کے

کوئی اپنے سوا نہیں اپنا
کھل گئی بات آپ سے مل کے

وہ بھی ہے اختیار سے باہر
مدتوں ناز اٹھائے جس دل کے

اپنے سائے کا ساتھ ہے لیکن
چھوڑ جاتا ہے یہ بھی مل مل کے

مسکرانے کی دیکھ لی قیمت
پھول مٹی میں مل گئے کھل کے

شمع بجھتے ہی اڑ گئے ہمدم
کتنے شیدائی شمعِ محفل کے
•••••

غزل

رفعتِ یقین تک، پستیٔ گمان سے
ایک جستِ پرفشاں ہمتِ جوان سے

لخت لخت دل ترے غم کی داستان سے
آنکھ اشک بار ہے درد کے بیان سے

منزلِ یقیں ہوئی گم جو کاروان سے
گہ بکھر کے رہ گیا گردشِ زمان سے

شرق و غرب سوختہ آتشِ بیان سے
زخم زخم زندگی نشترِ زبان سے

ایک گردِ رہگزر، وہ ہوا کے دوش پر
عزم جس کا پختہ تر تھا کبھی چٹان سے

ڈھونڈیئے زمین کی پستیوں میں آج اسے
کل تلک بلند تر تھا جو آسمان سے

صبحِ نو کو جستجو پھر نسیمِ جان سے
لطفِ عام کی مہک دل کے عطردان سے
•••••

غزل

پھر کوئی بانگِ درا خوابِ گراں تک پہنچے
کوئی آواز دروں خانہ ٕ جاں تک پہنچے

شرق تا غرب ہر اک پیر و جواں تک پہنچے
"میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے"

اُس تبسم کی جھلک قلبِ تپاں تک پہنچے
کھل اٹھے غنچہ ٕ دل مشک جہاں تک پہنچے

میری مہجوری ٕ پیہم کابھی درماں یا رب
قافلے شوق کے اسرارِ نہاں تک پہنچے

حوصلے نے گل و گلزار کیا صحرا کو
پاؤں ہمت کے سرِ کوہستاں تک پہنچے

مر گئے گھُٹ کے دم اپنے ہی نہاں خانے میں
دل کے ارمان بہت کم ہی زباں تک پہنچے

پیار کہتے ہیں جسے نام ہے قربانی کا
وہ تجارت ہے کہ جو سود و زیاں تک پہنچے

اتنا آسان نہ تھا عشق کی منزل کا سفر
زندگی ہم نے لٹائی تو یہاں تک پہنچے

تو نے جو آگ لگائی تھی مرے آنگن میں
اس کے شعلے ہیں جو یہ تیرے مکاں تک پہنچے

میرا کردار بھی ہے گردشِ ایام کے ساتھ
بے سبب نغمے نہیں آہ و فغاں تک پہنچے

زندگی پھونک چکی آتشِ فرقت ہمدم

آگے یہ دشمنِ جاں جانے کہاں تک پہنچے

غزل

نویدِ رنگ و بو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے
کہ پیغامِ نمو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

تڑپ تھی زندگی کی تم میں بھی اور ہم میں بھی لیکن،
چراغِ جستجو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے۔

ہزاروں رفعتیں تھیں دست بستہ منتظر اپنی،
تب و تابِ نمو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے۔

بہارِ جانفزائے وصل کی حسرت تھی دونوں کو،
پیامِ رنگ و بو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے۔

بہت سے دکھ تھے دنیا کے مداوا جن کا ممکن تھا
نگاہِ چارہ جُو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

گریباں چاک تھے کیاکیا، دریدہ کتنے دامن تھے،
مگر فکرِ رفُو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے۔

شہادت گاہِ الفت اک کھلا میدان تھی لیکن
لِوائے آرزو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے

وہی دلدّار! ویرانی دلوں کی اور وہی ہم تم
بہارِ خندہ رو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم نکلے۔

غزل

تیری راہوں کے امیں پاؤں کے چھالے میرے
اب تو آ جا کہ اثر کھو گئے نالے میرے

زخم کو پھول کہیں، آنکھ کو پتھر لکھیں
ساری دنیا سے ہیں غمخوار نرالے میرے

ظلمتیں پھیلتی جاتی ہیں افق تا بہ افق
تو کہاں ہے مگر اے گھر کے اجالے میرے

لوگ مجھ سے میری منزل کا پتہ پوچھتے ہیں
کچھ تو دے اپنی خبر بھولنے والے میرے

مل رہے ہیں یہ گوہر خاک میں ریزہ ریزہ
اشک دلدآر مگر کون سنبھالے میرے
....

غزل

پیار کی راہ میں کانٹے ہیں بڑے
لیکن اپنے بھی ارادے ہیں بڑے

مشکلیں راہ کی ہیں ایک سے اک
جذبے ہم نے بھی تراشے ہیں بڑے

اس قدر دل نہ تھا مجبور مرا
تیری الفت کے تقاضے ہیں بڑے

تیری یادوں سے مزین ہے یہ دل
زندگانی کے بہانے ہیں بڑے

جان جائے گا بہت جلد جہاں
کتنے چھوٹے ہیں جو بنتے ہیں بڑے

جانے والا تو ہو دلدارؔ کوئی
کوچہ ءِ یار کے رستے ہیں بڑے
•••••

غزل

بجز زیاں نہیں ملتا ہے کچھ عدو بن کے
رہیں جہاں میں نہ کیوں پیار کی نمو بن کے

جو مے رہے گی اسیرِ خُم و کدو بن کے
جہاں میں پھیلے گی کیسے وہ مشک و بو بن کے

خزاں کی چشمِ بد اندیش میں کھٹکتا ہے
جو پھول مہکا گلستاں کی آبرو بن کے

یہ تیرے میرے کی تفریق کھا گئی ہم کو
رہے ہیں ہم نہ کہیں کے بھی ما و تو بن کے

جو بے کنار سمندر تھا ، بٹ کے ٹکڑوں میں
وہ رہ گیا ہے ذرا سی اک آبجو بن کے

یہ چاک ہائے گریباں ہیں عظمتِ عشاق
گنواؤ شان نہ منت کشِ رفو بن کے

ٹپک گیا میری آنکھوں سے اشکِ غم بن کر
رگوں میں دوڑتا پھرتا تھا جو لہو بن کے

کبھی جدا نہ ہوا دل سے تیرا غم دلدار
رہا یہ ہار سدا زینتِ گلو بن کے

غزل

یہ کیا ہوا کہ خانوں میں ہیں بٹ کے رہ گے
انسان ایک دوسرے سے کٹ کے رہ گئے

آئی ہے اس ترنگ سے اس بار فصلِ گل
سینے کے جتنے زخم تھے سب پھٹ کے رہ گئے

روٹھا ہوا ہے آدمی سے گویا آدمی
آپس کے احساسات ایسے گھٹ کے رہ گئے

بدلا ہے میرے شہر کا موسم کچھ اس طرح
بادل تھے جو امید کے سب چھٹ کے رہ گئے

پھر یوں ہوا کہ چھن گئی ہم سے رہِ حیات
دنیا کہاں پہنچ گئی ہم بھٹکے رہ گئے

سارا قرار سارا سکون ان کے واسطے
اپنے نصیب میں ہیں فقط جھٹکے رہ گئے

ساری شراب ساقی نے غیروں میں بانٹ دی
میرے لئے یہ ٹوٹے ہوئے مٹکے رہ گئے

دلدارؔ اب کے کیسی ہوا چل پڑی ہے یہ
دل نفرتوں کی گرد سے ہیں اٹ کے رہ گئے
•••••

حصہ سوم

نظمیں اور متفرقات

نذرانہ

میں نذر کرنے کو لے کے آیا ہوں دیکھو کیا کیا
یہ ٹوٹا پھوٹا سا جو پڑا ہے یہ میرا دل ہے،
یہ راکھ ہے میرے خونِ دل کی،
یہ میرے خوابوں کی کرچیاں ہیں۔
میں نذر کرنے کو-----
•••••

تیری جستو

پھول کے رنگ کی نہ بُو کی ہے
بات اے دل ترے لہو کی ہے

غیر کی راہ کی طرف نہ گئے
عمر بھر تیری جستجو کی ہے
••••••

گلدستہ

حرمتِ رنگ برنگیت سے صحنِ چمن آباد
گلدستے کی قیمت پنہاں بوقلمونی میں

....

اپنی پہچان

بچا ہے آئنہ کوئی اگر تو اندھا ہے
تمام شہر کا پانی بھی سخت گدلا ہے

میں خود کو ڈھونڈ رہا ہوں ہجومِ خلقت میں
شعورِ ذات میں یہ مرحلہ بھی آتا ہے

کوئی بھی خود کو یہاں جانتا نہیں ہمدم
میں تجھ کو جانتا ہوں اور تو مجھ کو جانتا ہے

دل تو لیکن دیوانہ ہے

اب کے موسم گل آیا تو
میرے گھر کے آنگن میں بھی
رنگ برنگے اور مہکتے پھول کھلیں گے۔
دل کہتا ہے ---------
دل تو لیکن دیوانہ ہے۔
اس کی باتوں کا کیا تکیہ۔
پچھلے برس بھی اس نے کہا تھا

اب کے موسمِ گل آیا تو
میرے گھر کے آنگن میں بھی
رنگ برنگے اور مہکتے پھول کھلیں گے۔
پھول کھلے تھے ہر سو بے شک،
رم جھم رم جھم ابرِ بہاراں بھی برسا تھا۔
بادِ صبا بھی جھومی تھی۔
میرے آنگن کی ویرانی،
جو کل تھی سو آج بھی ہے۔
جانے کب تک یہ ویرانی
میرا مقدر ٹھہرے گی۔

نظم

اے مرے رہنمائے قوم

کام کرے نہ جب دماغ،
منہ کا دیں کان ساتھ کیوں؟
کیسے نہ ڈگمگائیں پیر،
کھوئیں نہ ربط ہاتھ کیوں؟....
اے مرے رہنمائے قوم
کاش تجھے دکھائی دے۔
کاش تجھے سنائی دے۔
کاش تجھے سجھائی دے۔

.....

نظم

اضافیت

کلیوں کا چٹکنا، غنچوں کا تبسم
ماتم کا اک انداز، اک طنز کی صورت

دریا کی روانی، لہروں کا ترنم
اک شورشِ محشر، اک شورِ قیامت

شبنم کے یہ موتی، یہ صبح کا عالم
افلاک کے آنسو، صورت گرِ وحشت

یہ فصلِ بہاراں، یہ نرم ہوائیں
پت جھڑ ہی کا اک نام، طوفانِ ہلاکت

انداز کی خوبی، آواز کا جادو
کم مایہ کم آمیز، بے وقعت و قیمت

یہ نرگس و عنبر، یہ سرو و صنوبر
افسانہ و افسوں، بے حسن و صباحت

یا ریت کا بستر یا برف کی چادر
گلشن ہوں کہ بن ہوں، صحرا ہوں کہ پربت
•••••

نظم

تمام جیون رہا وتیرہ

تمام جیون رہا وتیرہ،
خدا کے بندوں سے پیار کرنا:
وہ مشرقی ہوں، کہ مغربی ہوں،
وہ کوئی بھی ہوں، وہ کیسے بھی ہوں،
کوئی سی بھی ہو زبان ان کی،
وہ رہنے والے کہیں کے بھی ہوں۔

ہر ایک انسان کو ہے چاہا،
نہ ذات پوچھی، نہ رنگ دیکھا،
نہ مال و دولت، نہ شان و شوکت،
نہ اس کے جینے کا ڈھنگ دیکھا،
نہ شکل و صورت، نہ قد و قامت،
نہ انگ دیکھا، نہ سنگ دیکھا

تمام جیون رہا وتیرہ،
خدا کے بندوں سے پیار کرنا
•••••••

نظم

نسلِ نو کے نام

اے میرے بچے، اے پیار ے بچے

دِل اور دِلدار

اے میری بیٹی، اے میرے بیٹے
میں تیرا ماضی ہوں، تو مرا آنے والا کل ہے۔
جو میرے آبا نے مجھ کو دی تھی، وہ دنیا تجھ کو میں دے رہا ہوں۔
خبر نہیں کہ
جو دنیا تجھ کو میں دے رہا ہوں،
میں اس کو کس درجہ تیرے قابل بنا سکا ہوں،
خبر نہیں کہ
جو باغ تجھ کو میں دے رہا ہوں،
میں اس کو کتنا نکھار پایا، سنوار پایا۔
ملی ہیں ناکامیاں بھی مجھ کو،
رہی ہیں کچھ خامیاں بھی مجھ میں،
میں مانتا ہوں کہ میں نے کوتاہیاں بھی کی ہیں۔
مگر بالآخر، امانت اپنی ترے حوالے میں کر رہا ہوں،
جو میرے آبا نے مجھ کو دی تھی،
وہ دنیا تجھ کو میں دے رہا ہوں۔
یہ تیری دنیا ہے، تو نے اس کو سنوارنا ہے۔
یہ تیرا گلشن ہے تو نے اس کو نکھارنا ہے،
مرا چمن، میرے پھول، کانٹے،
میری امیدوں کی شمع روشن،
ترے حوالے۔
مری زمیں کا نکھار تجھ سے،
مرے چمن کی بہار تجھ سے،
جو سچ کہوں تو مرے وطن کا وقار تجھ سے۔
تو یاد رکھنا کہ میرے دل کا سرور تو ہے،
بھلا نہ دینا کہ میری آنکھوں کا نور تو ہے۔
تو عزم و ہمت جوان رکھنا،
وہ شان رکھنا کہ مہر و ماہ و نجوم سارے،
ترے قدم چومنے کو اپنا وقار سمجھیں۔
ہوائیں گو تند و تیز ہوں گی،
جلائے رکھنا ہے تجھ کو لیکن
دیا ہر اک کے لئے وفا کا،
محبتوں کا۔
میں تیرا ماضی ہوں، تو مرا آنے والا کل ہے۔
تو دیکھ مجھ کو نہ بھول جانا۔
•••••

نظم
اٹھے سپوت کوئی

دنیا کے زیر و بم نے،
حالات کے ستم نے،
لب سی دیئے ہیں یارو،
خاموش کر دیا ہے، مدہوش کر دیا ہے۔
ہر سو ہے ہو کا عالم،
ہر سمت خامشی ہے،
چیخوں کی اس فضا میں،
دیتا نہیں سنائی۔
دل خون ہو رہا ہے، خوں سرد ہو رہا ہے۔
اٹھے سپوت کوئی،
توڑے سکوتِ پیہم۔
•••••••

نظم

احتیاط و احتیاط

ایک درماں ایک حل احتیاط و احتیاط
اے مرے محترم سنبھل احتیاط و احتیاط

دردِ دل انسانیت دردِ دل روحانیت
دردِ دل کی راہ چل احتیاط و احتیاط

زندگی کے ڈھب بدل اپنے روز و شب بدل
رہ بدل سبب بدل احتیاط و احتیاط

دِل اور دِلدار

جان کو عزیز جان زندگی کی قدر مان
ہاں سنبھل سنبھل احتیاط و احتیاط

گوشہ ءِ اماں ہے گھر ، فضلِ رب یہ بام و در
گھر ہے جائے بے بدل   احتیاط و احتیاط

درد ہے سرِّ سخن دردِ رمزِ علم و فن
درد حاصلِ غزل احتیاط و احتیاط
.....

نظم

اے جوانو! اٹھو

!بدلے بدلے ہیں شام و سحر، دوستو
اجڑے اجڑے ہیں دیوار و در دوستو

چار سو ظلمتیں، کُو بہ کُو ظلمتیں
تم کہاں ہو اے شمس و قمر دوستو

جل رہے ہیں مگر خونِ دل سرد ہے
تشنہ لب ہیں لئے چشمِ تر دوستو

ایسے حالات میں کون اٹھے گا پھر
بیٹھ جائیں گے ہم بھی اگر دوستو

باکمالو اٹھو، خوش خصالو اٹھو
اب نہ دیکھو اٹھو با ہنر دوستو

عزمِ عالی لئے بامرادو اٹھو
ہاں اٹھو اے مرے دیدہ ور دوستو

اڑتا جا تا ہے کالی شبوں کا فسوں
نغہ پیرا ہے بانگِ سحر دوستو

سست گامی جوانوں کا شیوہ نہیں
ہو جواں تو چلو تیز تر دوستو

جادہ پیما ہے پھر کاروانِ عمل
ہوشیار اے مرے رہروانِ عمل

نظم

یہ ہم کس طرف اب نہ جانے چلے ہیں

جنہیں بارہا آزمایا ہے ہم نے
انھیں پھر سے ہم آزمانے چلے ہیں

جو سو بار ہم کھا چکے اس سے پہلے
وہی دھوکہ ہم پھر سے کھانے چلے ہیں

نکلنے نہ پائے تھے ہم جس سے، خود کو
اسی کھائی میں پھر گرانے چلے ہیں

خدا رحم فرمائے ہم پر کہ گلچیں
خدا جانے کیا گل کھلانے چلے ہیں

وہ ستر کے قصے وہ نوے کے نقشے
یہ ہم کس طرف اب نجانے چلے ہیں
--

نظم

عید کیا ہے

عید کیا ہے؟ جذبہ ء ایثار و قربانی ہے عید،
دل میں احساسِ تشکر کی نگہبانی ہے عید۔

دِل اور دِلدار

عید پیغام محبت، درس الفت عید ہے،
سر پہ محروموں کے رکھنا دستِ شفقت عید ہے

سچے جذبوں کی جہاں میں آبیاری عید ہے
غمزدوں کی دستگیری، غم گساری عید ہے۔

عید دل جوئی ہے، دل سوزی ہے، دلداری ہےعید۔
درد مندی، خیر خواہی اور رواداری ہے عید۔

مسکرا کے ہر کس و نا کس سے ملنا عید ہے،
پیار کے پھولوں کا ہر ہر لب پہ کھلنا عیدہے۔

ساری تفریقیں مٹا کر ، راحتیں پانا ہے عید،
ہر کسی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا ہے عید۔

قدم اٹھاؤں تو مقصود ہو رضا تیری
نظر اٹھاؤں تو تیری خوشی ہو پیشِ نظر

مری حیات کا ہر پل تری طلب میں کٹے
قدم قدم پہ تری آس ہو مری رہبر

جھکا سکے نہ زمانے کی آن بان مجھے
بجھا سکے نہ یہ طوفاں چراغِ قلب و نظر

ترے بغیر سہارا نہیں کوئی دل کا
قرارِ قلب و نظر، اے سکونِ جان و جگر

بھٹک نہ جاؤں کہیں راہ میں نظر رکھنا
مرے رفیقِ سفر، اے مرے رفیقِ سفر

عشق نغمہ بھی، ترنم بھی ہے ، شہنائی بھی
دل کا یہ چین بھی آنکھوں کی ہے بینائی بھی

عشق تپتے ہوئے صحرا میں شجر کی صورت

دِل اور دِلدار

عشق کے دم سے فروزاں شبِ تنہائی بھی

راستے میں کہیں مل جائیں تو مل لیتے ہیں
اب کے ان سے فقط اتنی ہے شناسائی بھی

ہنس رہا تھا تو زمانہ تھا مرے ساتھ مگر
رو رہا ہوں تو نہیں کوئی تماشائی بھی
•••••

یہ رنگ و بوئے گلستاں انھیں کے نام سے ہے
طلوعِ مہرِ درخشاں انھیں کے نام سے ہے

انھیں کے نام سے چشمِ حیات میں ٹھنڈک
غمِ حیات کا درماں انھیں کے نام سے ہے

طلوعِ صبحِ ازل تا غروبِ شامِ ابد
حیات سلسلہ جنباں انھیں کے نام سے ہے
••••

راستے میں دھوپ ہے کچھ امان لے چلو
سر پہ ان کی چاہتوں کا سائبان لے چلو
•••••

جب سے ملی ہے نعمتِ ہستی، تب سے انھیں ایمان کیا
اُن کی یاد کو اپنے دل میں آج نہیں مہمان کیا

صدیوں سجدہ ریز رہوں تو شکر ادا نہ ہو پائے
مجھ کو غلامی ءِ احمد دے کر اتنا بڑا احسان کیا

آج کی ہر مشکل کا حل بھی ان کے پیام میں شامل ہے
جن کی ایک نگاہ نے کل کے وحشی کو انسان کیا
••••

سلام

دِل اور دِلدار

سلام اُس پر سبق توحید کا جس نے پڑھایا ہے
پیامِ وحدتِ نوعِ بشر جس نے سنایا ہے

دیا پیغام اس نے ساری دنیا کو محبت کا
صداقت کا، عدالت کا، سخاوت کا، اخوت کا

کیا اس نے خلیل اللہ کے کردار کو زندہ
مسیح و موسیٰ و داءود کے اذکار کو زندہ
....

ویران ہے، سونا ہے جہاں، تو جو نہیں ہے،
بے چین ہے دل راحتِ جاں، تو جو نہیں ہے۔

نہ ہو خیال جو اس کا تو پل بھی جی نہ سکوں
یہ اور بات کی اس کو میں دیکھ بھی نہ سکوں

یہ زندگی کی تگ و دو، یہ بارِ کوہِ محن
مروں تو موت نہ آئے جیوں تو جی نہ سکوں

وہ چاک ہائے گریباں دیئے ہیں دل نے مجھے
میں جن کو سینا بھی چاہوں اگر تو سی نہ سکوں

لگاؤ آگ اے دلدارؔ اس سمندر میں
میں جس میں ڈوب کے بھی ایک گھونٹ پی نہ سکوں

ہوتے ہیں گر لوگ برے تو اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں،
سچ کی خاطر جان لٹا دیں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

کوچہ ءِ جاں میں رقصاں خوشبو ہر سو گاتی پھرتی تھی،
لوگ آلودہ دل ہوتے ہیں، اجلے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

منصفِ وقت ستم کے ماروں کو یہ تسلی دیتا تھا،
جھوٹے لوگ اگر ہوتے ہیں، سچے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

سہمے سہمے کیوں پھرتے ہو انسانوں کی بستی میں،
شیطانوں کے بیچ فرشتوں جیسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

زندگی عدالت میں، موت اس کے رد میں ہے
سچی ہے وہ آزادی جو کہ اپنی حد میں ہے

حُسن جس کو کہتے ہیں نام ہے توازن کا
ایک اک شے گویا اپنی اپنی حد میں ہے

شوق کے مسافر کی دور ہے کہیں منزل
عشق ایک پردیسی کوچہء خرد میں ہے

رنگ و بو کی اک دنیا لمحہء ازل میں تھی
اک جہاں معانی کا نقطہء ابد میں ہے

مسکراتی، گیت گاتی محفلوں کی بات ہے
تیرا میرا ساتھ تھا جب ان دنوں کی بات ہے

راستوں کی بات ہے ، نہ منزلوں کی بات ہے
کون بچھڑا، کون پہنچا ، قسمتوں کی بات ہے

اپنی محرومی کا شکوہ ، تیری مجبوری کا غم
سرگزشتِ دل سراسر آنسوؤں کی بات ہے

فرقتوں کے داغ بھی مٹ جائیں گے دلدارؔ جی
زخم بھر جائیں گے یہ بھی، کچھ دنوں کی بات ہے

نہ دے بہار مگر مژدہء بہار تو دے
پلٹ کے آ کہ نہ آ وصل کا قرار تو دے

نہ اس طرح بھی تو اب درمیاں میں چھوڑ کے جا
چڑھا نہ بام پہ، زینے سے پر اتار تو دے

دِل اور دِلدار

سلگ رہے ہیں کڑی دھوپ میں برہنہ شجر
لباسِ برگ نہ دے، ابرِ سایہ دار تو دے

بتا رہا تھا وہ تاریخ اپنے ماضی کی
ہر ایک شخص کا چہرہ کتاب جیسا تھا
•••••

تو ہوا دوست تو دشمن ہوئے گھر گھر کیا کیا
میرے ساتھی، میرے ہمدم، میرے یاور کیا کیا

کس رعونت سے کھڑے تھے کہ تجھے کیا دیکھا
پانی پانی ہوئے شمشاد و صنوبر کیا کیا

نیند آنکھوں سے گئی، دل سے گیا صبر و قرار
کھو چکا ہوں میں ترے درد کو پا کر کیا کیا
•••••

بیمار ِ دل کی پرسش کو آئی ساری دنیا
وہ جس کو ڈھونڈتی ہیں آنکھیں مگر نہ آیا

جلوت میں اس کو ڈھونڈا، خلوت میں اس کو دیکھا
لیکن قرار دل کا تجھ بن کہیں نہ پایا

یہ کیسی خوشبوئیں ہیں، یہ کیسی رونقیں ہیں
یہ کیسی روشنی ہے ، یہ کون د ل میں آیا
•••••
-

دردِ دل جاگ اٹھا، زخمِ جگر تازہ ہوا
تیرا جانا نہ ہوا کرب کا آوازہ ہوا

یہ جدائی بھی مری جان بڑی نعمت ہے
تجھ سے بچھڑے تو ترے قرب کا اندازہ ہوا

ایک اک کر کے ہوئے بند سبھی دروازے

دِل اور دِلدار

اک ترا ہے کہ کبھی بند نہ دروازہ ہوا
••••••

ہر اک سے پیار کروں اور صلہ نہ مانگوں میں
کبھی کسی کے لئے بد دعا نہ مانگوں میں

جلا سکے نہ جسے نفرتوں کی آگ کبھی
وہ چاہتوں کا خدا سے خزانہ مانگوں میں

غزل کہے نہ کہے وہ مجھے سنے تو سہی
مزاج اس کا بھی اب شاعرانہ مانگوں میں

سمندروں سے کشادہ ہے اپنا دل ہمدم
بھلا ہر اک کا، کسی کا برا نہ مانگوں میں
•••••

دل میں طوفان اٹھے، آنکھ میں گوہر چمکے
ہم تری یاد کے آکاش پہ شب بھر چمکے

قامتِ یار پہ وہ چہرہ ءِ تاباں، لوگو
جس طرح چاند سرِ شاخِ صنوبر چمکے

میں نے سوچا تھا شریکِ غمِ ہجراں ہوں گے
چاند تارے مگر اے دوست برابر چمکے

دشت کو دشت، سمندر کو سمندر لکھا،
جس قدر تھا کوئی، اس سے نہیں بڑھ کر لکھا۔
••••••••

سونا سونا گھر کا آنگن، بند درِ میخانہ بھی،
نظریں پھیر گیا ہے مجھ سے، تیرے ساتھ زمانہ بھی

دور سے ہجر کے شکوے کرنا، لیکن پاس نہ آنا بھی،

دِل اور دِلدار

کچھ کچھ کہنا دل کی باتیں، اور کچھ کچھ شرمانا بھی۔

ہر خواہش کا پورا ہونا، ممکن ہے نہ لازم ہے،
سن بھی لینا دل کی باتیں، اور اسے سمجھانا بھی۔
•••••••••••

جسم کیا ہے، روح کا اک روپ ہے،
وہ اگر سورج ہے تو یہ دھوپ ہے۔

بس رہا ہے میرے اندر اس طرح،
جس طرح سبزی کے اندر "سوپ" ہے۔
•••••••••••

سنا ہے رنگِ زمانہ بدلتا رہتا ہے
جناب آپ کہیں کیا خیال رکھتے ہیں

یہ اجڑے اجڑے سے چہرے اداس لوگوں کے
اک اک نظر میں ہزاروں سوال رکھتے ہیں

کہاں ہے صورتِ حالات کچھ بتانے کی
ہنوز وعدہ ٔ فردا پہ ٹال رکھتے ہیں
•••••

جب اللہ مالک ہے، پھر کیا گھبرانا ہے،
کیا ہم نے کھونا ہے، کیا ہم نے پانا ہے۔

اب گانے والوں میں نام اپنا بھی شامل ہے،
گایا ہے نئی لے میں، گو گیت پرانا ہے۔
•••••

اپنی آنکھوں میں نہیں ایک بھی آنسو باقی،
پھول باقی ہیں پر ان میں نہیں خوشبو باقی۔

دِل اور دِلدار

میں اس کی آنکھوں سے خود کو دیکھوں

میں اس کی آنکھوں سے خود کو دیکھوں تو کیسا پاؤں؟
مرے دلِ نا رسا کی قیمت نہ جانے کیا ہے،
نظر میں اس کی؟
وہ میرے من کے اجاڑ صحر ا پہ ، آ کے اک دن، نگاہ ڈالے تو کیسا سوچے؟
میری امنگوں کے اجڑے گلشن کے پھول اس کو لگیں گے کیسے؟
وہ میرے خوابوں کی کرچیوں کو نہ جانے دیکھے گا کس نظر سے؟
میں اس کی آنکھوں سے خود کو دیکھوں تو کیسا پاؤں؟
•••••

مرا حال میرا ماضی تری داستان جاناں
میرا آنے والا کل بھی ترا ہی بیان جاناں

ترے ساتھ جلوتیں تھیں، ترے بعد خلوتیں ہیں
تری اک نگاہ بدلی، مرے دو جہان جاناں

مجھے کہنا ہے بہت کچھ، مجھے سننا ہے بہت کچھ
کوئی راز دان جاناں، کوئی ہم زبان جاناں
••••••

تو رفیقِ راہِ حیات بھی، تو شریکِ دردِ جگر بھی ہے
تو سکونِ قلبِ تپاں بھی ہے، تو قرارِ دیدہ ٔ تر بھی ہے

تیرا عشق راہ کی روشنی، تیرا عشق زادِ سفر بھی ہے
تیرا عشق راحتِ جان بھی، تیرا عشق نورِ نظر بھی
•••••••

میں فقیرِ درِ مصطفےٰ ہوں، دوستو، میری قسمت بڑی ہے،
ان کی نسبت ہے میرا حوالہ، میری پہچان ان کی گلی ہے۔
•••••

ہوں مسلسل حفاظت میں اس کی،
میرا رب مجھ سے غافل نہیں ہے۔

••••••

میں ادھر کو اے مرے دل کہ اُدھر کو دیکھوں
ایک ہی چہرہ نظر آئے جدھر کو دیکھوں

شمعِ امید کسی طور نہ بجھنے پائے
قامتِ شب پہ رخِ نازِ سحر کو دیکھوں

بن ترے کون ہے، کوئی بھی نہیں ہے میرا
میں تری سمت نہ دیکھوں تو کدھر کو دیکھوں

اس کے چہرے پہ جمائے رکھوں نظریں دلدارؔ
دنیا کہتی ہے ادھر کو نہ ادھر کو دیکھوں
•••••

آگ نفرت کی پھیلی ہے ہر سُو،
آئو سب مل کے اس کو بجھائیں،
یہ زمیں بن چکی ہے جہنم،
اس کو فردوس پھر سے بنائیں۔
•••••

میں جا رہا ہوں تو ہر شے جتا کے جائوں گا،
جو مجھ پہ بیتی ہے سب کو بتا کے جائوں گا۔
•••••••••

زمین اس کی ہے، آسمان اس کا ہے،
وہ مالک ہے سارا جہان اس کا ہے۔

اکیلا خدا کا ساری مخلوق کا،
وہ مشکل کشا ساری مخلوق کا،

مجیب الدعا ساری مخلوق کا،
ہے حاجت روا ساری مخلوق کا۔

زمین اس کی ہے----

اس نے دیکھا نہ آنکھ اٹھا کے مجھے،
کیا ملا زندگی لٹا کے مجھے۔

میرا اٹھنا کب اس کو بھائے گا،
لطف لیتا ہے جو گرا کے مجھے۔

دبنے والا نہ بکنے والا ہوں،
اس نے دیکھا ہےآزما کے مجھے۔

جانتا ہے جو لہروں سے لڑنا،
ناز اٹھاتا نہیں ہے ساحل کے۔

ہیں صورتیں جدا جدا، عنواں جدا جدا،
لیکن نہیں حقیقتِ پنہاں جدا جدا۔

ویران ہے، سونا ہے جہاں، تو جو نہیں ہے،
بے چین ہے دل راحتِ جاں، تو جو نہیں ہے۔
•••••••

دشت کو دشت، سمندر کو سمندر لکھا،
جس قدر تھا کوئی، اس سے نہیں بڑھ کر لکھا۔
••••••••

جو تیری یاد آئی ہے عموماً
نمی آنکھوں میں لائی ہے عموماً۔

جہاں بھی آگ دنیا میں لگی ہے،
تعصب نے لگائی ہے عموماً

دِل اور دِلدار

جب اللہ مالک ہے، پھر کیا گھبرانا ہے،
کیا ہم نے کھونا ہے، کیا ہم نے پانا ہے۔

اب گانے والوں میں نام اپنا بھی شامل ہے،
گایا ہے نئی لے میں، گو گیت پرانا ہے۔

اپنی آنکھوں میں نے ایک بھی آنسو باقی،
پھول باقی ہیں پر ان میں نہیں خوشبو باقی۔

اپنے سوا کوئی نہ تھا تجھ پہ جو جاں لٹا سکے
ہم ہی تھے آندھیوں میں جو دل کا دیا جلا سکے

گرچہ اتر سکا ترے معیار پر نہ میں
اک آرزو تو ابھری ہے دل میں کبھی کبھی

میں نے اپنا سب کچھ اس کے قدموں میں لا ڈالا تھا
میرے لئے اس کے ہاتھوں میں پھر بھی زہر کا پیالا تھا

ویران ہے سونا ہے جہاں تو جو نہیں ہے
بے چین ہے دل راحتِ جاں تو جو نہیں ہے

یوسفِ ثانی سمجھتا تھا وہ اپنے آپ کو
آپ کے نقشِ قدم پر دو قدم نہ چل سکا

تیرے در کے سوالی کو کیا چاہیئے
تیرے قدموں میں تھوڑی سی جا چاہیئے

شوقِ نظارہ سے ہیں میری بھی آنکھیں معمور
چومنا چاہتا ہوں روضے کی جالی میں بھی

دِل اور دِلدار

میری جانب بھی نظر ایک کرم کی آقا
تیری درگاہ کا ہوں ایک سوالی میں بھی

یوں کانچ کی چوڑی کی طرح ٹوٹ نہ جاتا
دامن تیرا ہاتھوں سے اگر چھوٹ نہ جاتا

جاتا میں کہاں اٹھ کے کہیں اس کی گلی سے
دلدارؔ نصیب اپنا اگر روٹھ نہ جاتا
•••••••

نسل علاقہ اور زباں کا رشتہ ٹوٹنے والا ہے
اللہ اور رسولؐ سے نسبت بس مضبوط حوالہ ہے

جی رہا ہوں تیری رحمت کے سہارے مولاؐ
یہ تنفس، یہ تعمل تیرا احساں آقاؐ

شمعِ عشقِ روئے یار اپنے پاس بھی روشن ہے
شب نے اگر پھیلا لی ہیں اپنی زلفیں اور، تو

اور ہمارے پاس ہی کیا تھا ، کیا لاتے دلدارؔ
آنکھ کا دامن بھرلے آئے اشکوں کی سوغات
••••••

عمل سے عاری دعائیں ہوتیں اگر طریقہ مرے نبیؐ کا
اُحَد میں دنداں شہید ہوتے نہ سجتا میدان بدر ہی کا

مخالف آپ کے سارے برے ہیں، مان لیتے ہیں
مگر اس سے کہاں ثابت ہوا کہ آپ اچھے ہیں---

کیسے کہوں کہ ہجر کا ہر وار سہ گیا
آنکھوں سے اشک بن کے دلِ زار بہ گیا

کچھ اس طرح سے درد کی تصویر بن گیا
ہر شخص گویا خطہ ءِ کشمیر بن گیا

کھول آنکھ اپنے آپ سے باہر نکل کے دیکھ
چل آ کھلی فضا میں بھی کچھ دیر چل کے دیکھ

نصیبِ دشت نوردی بہارِ نخلستاں
علاجِ تیرہ شبی آب و تابِ کوہکنی

پہنچ کے منزلِ مقصود ہی پہ دم لینا
قدم نہ کھینچے ترے راستوں کی چھائوں گھنی
•••••

تمھیں تو دل میں بسایا تھا دھڑکنوں کی طرح
یہ کیا کہ چھوڑ چلے تم بھی دوسروں کی طرح

کسے خبر ہے کہ کب اس کے جی میں کیا آئے
مزاجِ یار بدلتا ہے موسموں کی طرح

یہ اڑتے پھرتے سے بادل کہاں سے آ پہنچے
بڑے غرور میں سورج تھا دشمنوں کی طرح
•••••

چراغِ سوختہ جانِ شبِ فراق سنبھل
طلوعِ صبحِ ملاقات کی امید نہ کھو
•••••

آرزوئے منزلِ مراد شاد باد
عزمِ عالی شانِ الجہاد شاد باد

ہم اہلِ وفا ہم اہلِ جنوں، جاں دینے سے کب گھبراتے ہیں،
سر رکھ کے ہتھیلی پر اپنا ہنستے ہوئے مقتل جاتے ہیں

ہوائے نفس کے اے دل تلاطم خیز طوفاں میں
فقط ایمان کی مضبوط کشتی کام آتی ہے

تراشیدہ سنہری پتھروں کی تیز بارش میں
یقینِ پختہ کی بس ایک چھتری کام آتی ہے
•••

میرا وجود جانِ جاں ہے بھی اور نہیں بھی ہے
کوئی ہمارے درمیاں ہے بھی اور نہیں بھی ہے
تیری نگاہِ ناز پر جاناں تمام منحصر

عشق میں جان کا زیاں ہے بھی اور نہیں بھی ہے

میری تمام زندگی اور تمھاری اک نظر
صبر کا میرے امتحاں ہے بھی اور نہیں بھی ہے

روئیں نہیں تو بے بس و بے یار کیا کریں
تُو ہی بتا کہ تیرے یہ لاچار کیا کریں

دل ہے تو دردِ دل بھی ہے، دلدار کیا کریں
کیوں درد سے ہوں برسرِ پیکار، کیا کریں

بازو ہیں سرد مہری ءِ چرخِ کہن سے شل
بارِ گراں ہے عہدِ وفا، یار کیا کریں
••••

--
اپنے پاؤں میں زنجیریں، تیرے ہاتھ میں پتھر ہو گا
سننے والی باتیں ہوں گی، دیکھنے والا منظر ہوگا

دِل اور دِلدار

چلتے رہنا، چلتے رہنا، راہ میں تھک کر بیٹھ نہ جانا
آنے والا وقت سنا ہے، گزرے وقت سے بہتر ہوگا

دکھ سکھ بانٹنے والا ساتھی، ہنستے کھیلتے بچے ہوں گے
جانے وہ دن کب آئے گا جب اپنا بھی اک گھر ہو گا

عشق کیا دلدارؔ تو پھر اس سوچ میں پڑ کر کیا کرنا ہے
راحت کے دن کب آئیں گے، کب آرام میسر ہو گا
.•••••

اہلِ جنوں کے واسطے لکھیے بے شک سب تعزیریں بھی
لکھی ہیں جو دیواروں پر پڑھیے وہ تحریریں بھی

کتنے ہی سندر ہوں سپنے بے معنی تعبیر بنا
دیکھ سہانے سپنے بھی اور ڈھونڈ اُن کی تعبیریں بھی

کم تو ہو سکتی ہے پر نا بود نہیں ہو سکتی،
سچی محبت دنیا سے مفقود نہیں ہو سکتی۔
••••••

یوسفِ ثانی سمجھتا تھا وہ اپنے آپ کو،
ان کے نقشِ پا پہ لیکن دو قدم نہ چل سکا

بدل کے موسم نے رنگ، مجھ سے کہا بہ اندازِ مَحرَمانہ
وہ کھیت پھر برگ و بار لائے گا، جل چکا جس کا دانہ دانہ
-
میں زندگی کے اندھیرے رستوں میں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں خود کو،
نہ کوئی ساتھی، نہ کوئی ہمدم، نہ کوئی آوازِ دلبرانہ
•••••••••••

میں تیری گود میں سر رکھ کے موند لو آنکھیں،
اور اپنے ذہن سے دنیا کے ایک اک غم کو،

دِل اور دِلدار

جھٹک دوں- غم جو دیئے ہیں مجھے زمانے نے،
ہر ایک فکر جو بخشی ہے دوستوں نے مجھے،
وہ سارے دکھ جو دیئے ہیں مجھے رقیبوں نے۔
میں تیری گود میں--------
••••••

میں فقیرِ درِ مصطفےٰ ہوں، دوستو، میری قسمت بڑی ہے،
ان کی نسبت ہے میرا حوالہ، میری پہچان ان کی گلی ہے۔
•••••
ہوں مسلسل حفاظت میں اس کی،
میرا رب مجھ سے غافل نہیں ہے۔
••••••

آگ نفرت کی پھیلی ہے ہر سُو،
آئو سب مل کے اس کو بجھائیں،

یہ زمیں بن چکی ہے جہنم،
اس کو فردوس پھر سے بنائیں۔
•••••

محبت ملے ہر بد و نیک کو،
کہ نفرت سے نفرت ہو ہر ایک کو۔

خدایا، دعا ہے یہ دلدار کی،
کہ پھیلے مہک چارسُو پیار کی۔

وہ جو ہے آج کا مالک، وہی کل کا مالک،
میرے جیون کے ہر اک رنگ کا، پل کا مالک۔

میرے گلشن کے شب و روز کا رکھوالا ہے،
جڑ کا مالک، وہی شاخوں، وہی پھل کا مالک۔

خشک اور تر کا زمانے کے نگہبان ہے وہ،
اس کے ہاتھوں میں ہے تھل، ہے وہی جل کا مالک۔
••••••••••

ہزار آندھیاں آئیں ، نہ بجھنے پایا وہ
چراغ تیری محبت کا ہے جلایا وہ

نہ جانے آج کی شب چاند نے کہاں کاٹی
ستارے ڈوب گئے ہیں مگر نہ آیا وہ

وہ جس بہار کا چرچا تھا سارے عالم میں
گزر گئی ہے بہت دور سے خدایا وہ

نہ کوئی خواب ان آنکھوں میں ہے نہ آنسو ہیں
عجیب کرب کے موسم میں یاد آیا وہ

شاخ سے توڑا گیا، مسلا گیا
مسکرا کے پھول پچھتایا بہت

پتھر ہوں گے مجنوں ہو گا
قریہ قریہ پھر خوں ہو گا

قتل کریں گے، خوف نہیں ہے
تو کیا ہو گا ، گر یوں ہو گا

اور اس محفل میں کیا ہونا
میں میں ہو گا ’ توں ‘ ’ توں‘ ہو گا

آمدِ فصلِ گل تک مالی
اور بتا کتنا خوں ہو گا

.....

آنکھیں تیری رہ پہ لگائے ، جوگی بن کر بیٹھے ہیں

دِل اور دِلدار

تکتے تکتے سورج ڈوبا ، رات ہوئی پر بیٹھے ہیں

جیون ایک پہاڑ ہے لوگو، تنہا کاٹنا پڑتا ہے
کون اپنا ہے ، کون پرایا، سب کو سمجھ کر بیٹھے ہیں

آتے جاتے پوچھتے رہنا، بالکل بھول نہیں جانا
جانے والے! آس میں تیری ، تادمِ محشربیٹھے ہیں

لمحہ بھر کا چین بھی اپنی قسمت میں دلدارؔ نہیں
گھیر لیا سوچوں نے جب بھی کام سے تھک کر بیٹھے ہیں

باتیں کم اور کام زیادہ،
پانا ہے گر نام زیادہ۔

آج جو ہو گا کام زیادہ،
کل ہو گا آرام زیادہ۔

سودا جتنا اچھا ہوگا،
ہوں گے اتنے دام زیادہ۔
•••••

اس نے دیکھا نہ آنکھ اٹھا کے مجھے،
کیا ملا زندگی لٹا کے مجھے۔
میرا اٹھنا کب اس کوبھائے گا،
لطف لیتا ہے جو گرا کے مجھے۔
جھکنے والا نہ بکنے والا ہوں،
اس نے دیکھا ہےآزما کے مجھے۔

•••••
چار دن کا سفر حیاتی کا،
کیا بھروسہ ہے عمر جا تی کا۔

پہنچے آواز اس کے کانوں تک،
زور سارا لگایا چھاتی کا۔

دِل اور دِلدار

اک تماشا ہے، کھیل ہے دنیا،
اک فسانہ ہے ناثباتی کا۔
•••

جانتا ہے جو لہروں سے لڑنا،
ناز اٹھاتا نہیں ہے ساحل کے۔
••••••••••

اک اک کر کے اڑ جاتے ہیں پنچھی پیارے پیارے
صحنِ گلستاں رہ جا تا ہے سائیں سائیں کرتا

کھو جاتے ہیں اپنی اپنی دنیا میں سب اپنے
اور انسان بھری دنیا میں رہ جاتا ہے تنہا

سارے رشتے، سارے ناتے ، سارے تانے بانے
یا خوش فہمی ہے یہ دل کی یا نظروں کا دھوکا
...

ضعفِ اعضا سے تو ہمت نہیں ٹوٹی اپنی
کھو گئی دل کی توانائی تو پھر کیا ہو گا

غم نے جو آگ لگائی ہے میرے سینے میں
آنسوئوں سے بھی نہ بجھ پائی تو پھر کیا ہو گا

ہزار پردوں میں جو چھپے تھے ہوئے ہیں اب بے حجاب کیا کیا
ہوا چلی ہے کچھ ایسی اب کے اٹھا دیئے ہیں نقاب کیا کیا

وہ میرے آنگن میں آ کے ڈالے ہیں زرد چہرہ ہما نے ڈیرے
کہ لڑکھڑانے لگے فضا میں بلند ہمت عقاب کیا کیا

بدیسی آتش کے زہر آلود شعلے گھر گھر پہنچ رہے ہیں
وہ لُو چلی ہے چمن میں ہر سو جھلس رہے ہیں گلاب کیا کیا۔

اب دشت نوردی کس سے ہو، اب چاک گریباں کون کرے
دکھ درد بھری اس دنیا میں ، اک جاناں جاناں کون کرے

پیروں میں پڑی ہیں زنجیریں جب اندھی بہری رسموں کی
تو بھی قیدی میں بھی قیدی ، مسمار یہ زنداں کون کرے

اپنے پاؤں میں زنجیریں، تیرے ہاتھ میں پتھر ہو گا
سننے والی باتیں ہوں گی، دیکھنے والا منظر ہو گا

چلتے رہنا، چلتے رہنا، راہ میں تھک کر بیٹھ نہ جانا
آنے والا وقت سنا ہے، گزرے وقت سے بہتر ہو گا

دکھ سکھ بانٹنے والا ساتھی، ہنستے کھیلتے بچے ہوں گے
جانے وہ دن کب آئے گا جب اپنا بھی اک گھر ہو گا

عشق ہے گر دلدارؔ تو پھر اس سوچ میں پڑ کر کیا کرنا ہے
راحت کے دن کب آئیں گے، کب آرام میسر ہو گا

کیسی خزاں کیسی بہار دل ہی جو ہو نہ ہوشیار
پھول میں کیسی دلکشی اور مہک میں کیا خمار

ہجر کے رخ ہیں بیشمار وصل کی منزلیں ہزار
ہو کے بھی تجھ سے ہمکنار ختم نہ ہو گا انتظار

حوصلہ خیز اک ادا، ایک تبسمِ دلربا
اپنی متاعِ بے بہا تیری نظر کا اعتبار

تمام عمر لئے ہاتھ میں نہ ہاتھ چلے
بنے جو راہنما دو قدم تو ساتھ چلے

ابھی سے دل نہ شکستہ کرو اے ہم نَفَسو
ابھی تو جانے کہاں تک یہ غم کی رات چلے

دِل اور دِلدار

کچھ آبلے تھے، کچھ آنسو تھے ، کچھ تقاضے تھے
جو زندگی کے سفر میں ہمارے ساتھ چلے

وہ بات چھیڑیں تو دلدارؔ ہم بھی دل کی کہیں
وہ بات ہی جو نہ پوچھیں تو کیسے بات چلے
•••••

تیرے ساتھ ہوں سفر میں اے مرے نصیب میں بھی
نہ ترا کوئی ٹھکانا ، نہ میرا کوئی ٹھکانا

دلِ بے قرار چپ رہ، تجھے کون پوچھتا ہے
تیرا اختیار جب تھا، وہ گزر گیا زمانہ
••••••

راست بازی کی زندگی ہے طویل
عمر چالاکیوں کی تھوڑی ہے

حرص نے منہ کہاں نہیں مارا
کون سی جا ہوس نے چھوڑی ہے

غور سے دیکھ میری چھاتی کو
تب بھی چوڑی تھی اب بھی چوڑی ہے

میں نے کب غم میں حوصلہ ہارا
آس کب مشکلوں میں توڑی ہے

ہر تعلق کو پیچھے چھوڑ گئی
یہ جو دل اور غم کی جوڑی ہے

صحنِ گلستاں دامنِ صحرا جیسا لگتا ہے
مدت سے پیاسی ہے دھرتی ایسا لگتا ہے

جو بھی کوئی ہے درد کا مارا اپنا لگتا ہے
ہر افسردہ چہرہ اپنا چہرہ لگتا ہے

وہ روٹھا یا دل کی ساری رونق روٹھ گئی
اس کےبنا اس گھر کا آنگن سونا لگتا ہے

باتیں پیار ، محبت اور وفا کی اب دلدارؔ
جیسے پانی کا صحرا میں دھوکا لگتا ہے

خوفِ خدا نے کیا لیا اپنے حصار میں
ہر خوف سے جہاں کے میں آزاد ہو گیا

ریت کی دیواروں کے سائے کب تک ساتھ نبھاتے ہیں
طوفانوں کی زد میں آ کر بیٹھ گئے بے چارے لوگ

کیسے کیسے سورج تھے جو دور افق پر ڈوب گئے
خاک تلے جا سوئے کیسے کیسے چاند ستارے لوگ

اپنے اپنے درد میں ڈوبے اپنے اپنے بوجھ لئے
اپنی اپنی دھن میں کھوئے، تیری سمت سِدھارے لوگ

کہنے کو دلدارؔ ہزاروں باتیں ہیں پر کیا کیجے
دنیا والے سکھ کے ساتھی اور ہم درد کے مارے لوگ
•••••

چار دن فصلِ خزاں، فصلِ بہاراں چار دن
چار دن صبحِ وطن، شامِ غریباں چار دن

زندگی دلدارؔ اپنی اک مسلسل اضطراب
روئے خنداں چار دن ہے چشمِ گریاں چار دن

-

نظم

سہرا

سہرا کیا ہے، دعا ہے شاعر کی
رب سے اک التجا ہے شاعر کی
خوش رہو، مسکرائو تا بہ ابد
پیار کے گیت گائو تا بہ ابد
تابشِ آفتابِ ناز رہو
عمر بھر پیکرِ نیاز رہو
جانِ فصلِ بہار ہے طوبیٰ
زینتِ لالہ زار ہے طوبیٰ
دل منوّر ہو جاں منوّر ہو
تیرا سارا جہاں منوّر ہو
دل کا آنگن رہے سدا روشن
اور پھولوں بھرا رہے دامن
ہر گھڑی چین کی نوید بنے
اور ہر روز روزِ عید بنے
دل رہے غم سے عمر بھر آزاد
ایک اک پل ہو شاد اور آباد
رب کی رحمت ہو تجھ پہ جیون بھر
مصطفیٰ ﷺکی ہو تجھ پہ خاص نظر

محترم دوست ڈاکٹر منور قریشی کی دخترِ نیک اختر کی
شادی کے پرمسرت موقع پر کہے گئے چند اشعار۔
....